پروازِ خیال

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۂ مسعودیہ

(لاہور شاخ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان

پروازِ خیال

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۂ مسعودیہ (لاہور شاخ)
مکان نمبر ۵، گلی نمبر ۲، الحبیب پارک، وائٹ فال روڈ، لاہور
اسلامی جمہوریہ پاکستان
(۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء)

عنوان .... پروازِ خیال

مصنف .... ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

تقدیم .... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

نظرِ ثانی .... ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

ناشر .... ادارۂ مسعودیہ، لاہور شاخ

طباعت ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

اشاعت .... اوّل

حروف ساز .... سید شعیب مسعودی، جیلانی پرنٹ انٹر پرائز، کراچی

مطبع .... برکت پریس، کراچی

قیمت ....

ملنے کے پتے

۱......ادارۂ مسعودیہ، ۲/۶، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی

۲......ضیاء الاسلام پبلی کیشنز، شوگن مینشن، محمد علی جناح روڈ آف محمد بن قاسم روڈ، کراچی

۳......المختار پبلی کیشنز، ۲۵۔جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی

۴......فرید بک اسٹال، ۳۸۔اردو بازار، لاہور

۵......ضیاء القرآن پبلی کیشنز، انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی

۶......مکتبہ غوثیہ، محلّہ فرقان آباد، پرانی سبزی منڈی، کراچی

۷......سکندر علی مسعودی ابن لیاقت علی مسعودی، ۲۵ ریسن روڈ، لاہور

۸......ادارۂ مظہر اسلام، نئی آبادی، مجاہد آباد، مغل پورہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

اپنے

والدین

کریمین

کے نام

جن کی

دعاء، ایثار، قربانی

نے مجھے اس لائق بنایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نذر

اپنی

بیوی

بچوں

کے نام

جو مجھے لکھنے پڑھنے کا

موقع فراہم کیا کرتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جھلکیاں


الله لا إله إلا هو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ‘ ونصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

O

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی عربی‘ فارسی اور اردو علوم وفنون کے عالم و فاضل ہیں...... عمر چونتیس سال ہے مگر کام ماشاء اللہ عمر سے بہت زیادہ ہیں، بہت سی ڈگریاں ہیں مگر غرورِ علم سے پاک ہیں...... بہار یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کے لئے امام احمد رضا محدّثِ بریلوی کی مکتوب نگاری پر تحقیقی مقالہ پیش کیا بس پھر لکھتے چلے گئے...... اور ایک دو نہیں اس کام کے صدقے سترہ کتابیں لکھ ڈالیں جن میں سے بعض کی دو‘ دو اور تین‘ تین جلدیں ہیں...... دیندار خاندان کے چشم و چراغ ہیں...... اُن کی زندگی عمل سے عبارت ہے...... وہ عہد جدید کے جوانوں کے لئے ایک چمکتی دمکتی مثال ہیں...... کامیابیوں نے قدم چُومے...... بحیثیت طالب علم بھی کامیاب رہے اور بحیثیت استاد بھی...... اور بحیثیت محقق و دانشور بھی کامیاب رہے...... دنیا سے بیزار و بے نیاز...... حق کے طلب گار...... لگن کے پکّے...... ارادے کے پُختہ...... سیاست سے دور...... صداقت شعار...... سادہ و بے تکلّف...... غریب و غم خوار...... دردمند و دم ساز......

ڈاکٹر غلام جابر مصباحی نے زندگی کو دولت وثروت کے حوالے سے نہ دیکھا...... جو اس حوالے سے دیکھتے ہیں وہ زندگی سے ناآشنا رہتے ہیں...... اتنی عظیم زندگی اور ٹھیکریوں کی نذر کردی جائے؟...... جانے والا چلا گیا...... سب کچھ رہ گیا...... ساتھ کچھ نہ لے گیا...... کچھ لوگ تن کو دیکھتے ہیں، کچھ لوگ من کو دیکھتے ہیں جو من کو دیکھتے

ہیں وہ جہاں کو دیکھتے ہیں اور جو جہاں کو دیکھتے ہیں، اُن کی دید کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

وہ بھی ہیں جو ساتھ لے جاتے ہیں، وہ بھی ہیں جو اپنی ساری کمائی گنواتے نہیں، وہ زندگی کی قدر کرنا جانتے ہیں، جس نے زندگی رب کریم کی بندگی اور حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں گزاری اس نے زندگی کی قدر پہچانی...... بامراد ہے وہ جس نے زندگی کی قدر پہچانی...... نامراد ہے وہ جس نے زندگی کی ناقدری کی......

ساون کی راتیں...... پرسوز راتیں...... ساون کے دن...... پرکیف دن...... دل میں ہلچل مچی ہے...... درد و سوز کا عالم غمزدوں سے پوچھئے...... کیف وسُرور کا عالم عاشقوں سے پوچھئے...... غلام جابر مصباحی نے ساون کے شب وروز میں خیالوں کی فضاؤں میں پرواز کی ہے...... کائنات کو دیکھا ہے...... کائنات کو پرکھا ہے...... خلوت میں رہتے ہوئے بھی جلوتوں کی سیر کی ہے...... اُن کی زندگی خلوت در انجمن ہے...... ان کا خیال ہوش در دم ہے...... فکر پر بھی گھٹائیں چھاتی ہیں...... پھُوار پڑتی ہے...... بارش ہوتی ہے...... کبھی بُوندا باندی...... کبھی مُوسلا دھار...... کبھی خیالوں کے سمندر میں طوفان آتے ہیں...... کبھی جوار بھاٹا...... کبھی پے در پے لہریں...... رات کی تاریکی میں روشنی دمکتی ہوئی...... تلواروں کی طرح تڑپتی ہوئی...... مچلتی ہوئی...... دیکھ دیکھ کر جی باغ باغ ہوتا ہے...... روح وجد میں آتی ہے...... عجب پر بہار منظر ہوتا ہے...... یہاں عجب فضائیں ہیں...... جہاں بے بال و پر بھی اُڑا کرتے ہیں...... جس طرح ٹکسال میں سکّے گھڑ گھڑ کے نکالے جاتے ہیں اسی طرح خیالوں کی دنیا میں الفاظ وحروف گھڑ گھڑ کے خود بخود نکلے چلے آتے ہیں...... کوئی تکلّف نہیں...... جیسے کوئی بول رہا ہو...... جیسے کوئی لکھوا رہا ہو......

ڈاکٹر غلام جابر مصباحی نے انھی پر کیف فضاؤں میں ایک نادر کتاب لکھ ڈالی...... ''پروازِ خیال''...... اس کتاب کا انتساب والدین کے نام کیا...... جن کو سب بھول جاتے ہیں...... اور رنڈ ربیوی بچوں کے نام کی، جن کے ذکر سے لوگ شرماتے ہیں...... پھر اِلقائی اور اِلہامی فکر پارے...... سوتوں کو جگانے والے، زندگی

بنانے والے...... کتاب کا ایک عنوان نہیں ...... یہ کتاب کوئی مقالہ نہیں ...... کوئی کتاب نہیں ...... کبھی کبھی الفاظ بھی مقالہ بن جاتے ہیں ...... کبھی کبھی جملے بھی کتاب بن جایا کرتے ہیں ...... ''پرواز خیال'' کو مقالات کا مجموعہ کہہ لیجئے یا کتابوں کا ڈھیر کہہ لیجئے ...... مگر کتابیں نظر نہیں آتیں ...... سب کچھ ڈھیر میں چھپا ہے ...... تلاش کرنے والے جب تلاش کرتے ہیں تو اس میں سب کچھ پاتے ہیں ...... یہاں شریعت و طریقت بھی ہے ...... عبادات و اخلاقیات اور معاملات بھی ہیں ...... تبلیغ و ارشاد بھی ہے ...... ترغیب و ترھیب بھی ہے ...... دانائی اور حکمت بھی ہے ...... سوچ کا نچوڑ اور تجربوں کا حاصل بھی ہے ...... نصیحت و فضیحت بھی ہے ...... ماتم یک شہر آرزو بھی ہے ...... یہاں دنیا و آخرت بھی ہے ...... تاریخ و ادب بھی ہے، سیرت و سوانح بھی ہے ...... نیابیات و جمالیات بھی ہے ...... نفسیات و عمرانیات اور سیاسیات بھی ہے ...... تنقید و تخیّل بھی ہے ...... تمثیل و تشبیہ و استعارہ بھی ہے ...... مدح و ہجو بھی ہے ...... خاکہ نگاری و منظر نگاری اور شخصیّت نگاری بھی ہے ...... فکر انگیزیاں و سحر طرازیاں اور جادو نگاریاں بھی ہیں ...... سوالِ بے جواب بھی ہے، جوابِ بے سوال بھی ہے ...... محسوسات و مشاہدات اور تجربات بھی ہیں ...... آپ بیتی و جگ بیتی بھی ہے ...... رذائل اور فضائل بھی ہیں ...... سفر و حضر بھی ...... سمندر و صدف بھی، قطرہ و دریا بھی، تفکّر و تدبّر بھی، حادثات و سانحات بھی ہیں، زندگی کے نشیب و فراز بھی، خلوت و جلوت اور آرزوئیں تمنائیں ...... سبھی کچھ ہے ...... دیکھنے والے دیکھ دیکھ کر جئیں گے پڑھنے والے پڑھ پڑھ کر جئیں گے ...... ان شاء اللہ تعالیٰ

۲۱ ر رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ
۵ ر اکتوبر ۲۰۰۴ء

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
۲/۱۷-اے-سی' پی ای سی ایچ سوسائٹی
کراچی (سندھ)
اسلامی جمہوریۂ پاکستان


بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دریچۂ سخن

ابتداء...... انتہاء چاہتی ہے

تعمیر...... تخریب کی طالب ہے

دھوپ...... چھاؤں سے معلوم ہوتی ہے

محبت...... نفرت کا دوسرا پاٹ ہے

اجالے...... تاریکیاں چیر کر نکلتے ہیں

دن...... رات کی اوٹ سے باہر آتا ہے

یہ تضادات نہیں...... عین اتفاقات ہیں...... مشاہدہ ہے یہ...... تجربہ ہے یہ...... زیست اور موت...... زندگی ہی کے دو کنارے ہیں...... نہ زندگی سے فرار ممکن ہے...... نہ موت سے مفر...... یہ محسوس زندگی کی بات ہے...... ورنہ زندگی سے پہلے کی زندگی...... اور موت کے بعد کی زندگی کی...... نوعیت جدا جدا ہے...... زندگی میں زندگی سمائی ہوئی ہے، زندگی فنا نہیں ہوتی...... انسان پر یہ بھید بتدریج آشکار ہوتا ہے......

موسم باراں...... ساون کا سیزن...... مٹی کی سوندھی خوشبو...... ہوا کی خوشگواری...... ستھرا ماحول...... نکھری ہوئی فضا...... اُگی ہوئی گھاس...... بہتی ہوئی ندیاں...... تیرتے ہوئے بطخ شاداب چمن...... من بھاتا منظر...... ہر سو مست خرامی اور سہانا پن...... غرض سُکھ، سکون، شانتی، راحت، فرحت، مسرت ہی مسرت ہے......

لمحے شعلے بن کر سلگا دیتے اور میں تڑپ اُٹھتا...... کراہ کر رہ جاتا

اس کتاب کا ہر صفحہ...... اسی تڑپ اسی کراہ کی یادگار ہے...... جو میری ماں کی تڑپا دینے والی یادوں کے نام منسوب ہے۔

کتابیں...... بے ضرر ساتھی ہیں

قلم...... بے زبان مونس و غمخوار

دونوں کی بے زبانی کا جواب نہیں

تنہائی...... نوع من القبر ہے

اور قبر سے بہتر...... ناصح کون؟

میری تنہائیوں نے...... قلم اور کاغذ میرے ہاتھوں میں رکھ دیا...... یہ میرا بہترین رفیق راہ ثابت ہوا...... یوں بھی کتب بینی و کتاب نوازی محبوب مشغلہ ہے میرا...... بچے دریا کے کنارے گھروندے بناتے ہیں...... گیلی ریت کے...... پھر توڑ دیتے ہیں...... تعمیر و تخریب کے اس عمل میں انہیں خوشی ملتی ہے...... جبھی تو وہ بنا بنا کر توڑتے ہیں...... اور توڑ توڑ کر ہنستے ہیں...... مضراب وقت نے ساز خیال کو چھیڑ دیا...... غلام جابر شمس مصباحی پورنوی نے بھی اڑتی ہوئی ریتوں کا گھروندا بنانا شروع کر دیا...... البتہ توڑا کم...... بنایا زیادہ...... سامنے موضوع تھا...... نہ خاکہ

کوئی کینوس تو تھا نہیں

ذہن بھی اپنی دسترس میں کہاں تھا

بناؤ بگاڑ کے دوران...... خانۂ خیال سے...... یہ خیال آرائیاں لفظوں کے قالب میں ڈھل گئیں...... تحریر کی گرفت میں آ گئیں...... تو خیال آیا...... یہ محض رعنائی خیال یا خیال آرائیاں تو نہیں...... ان میں بعض نکات تو وہ ہیں جو القائی ہیں...... الہامی ہیں بجز اس کے کچھ بھی نہیں

ہاں! ...... یہ خیال پارے ہیں ...... فکر پارے ہیں ...... سراسر صداقتیں ہیں
سراپا حقیقتیں ہیں ...... وہ صداقت و حقیقت ...... جسے شریعت باطل نہیں ٹھہراتی
وہ چیز ہے اظہار کھنے کی ...... لوگوں تک پہنچانے کی ...... یہ خیالوں کی پرواز ہے
ان خیالات کو پھاڑو، مت
ان حقائق کو پھینکو، مت
انہیں سمیٹ لو
انہیں سنبھال لو
ہرگز ہرگز ضائع ہونے مت دو
کل (گزشتہ کل) ...... تمہارے ہاتھ میں ہے کہاں؟
کل (آئندہ کل) کیا ہو ...... کیا معلوم؟
''آج'' کے پودوں پر جو پھول کھلے ہیں ...... قبل اس کے وہ مرجھا جائیں
انہیں چن لو ...... اور گلدستہ بنا کر سجا دو ...... کتاب دوستوں کی میز پر ...... عجب کیا؟
حال کی اصلاح مستقبل کے انقلاب کا سبب بن جائے یہ درون دل کی پکار پر عمل کیا ...... بکھرے ٹکڑوں ...... منتشر پرزوں کو سنبھال لیا ...... سمیٹ دیا تو یہ کتاب تیار ہوگئی ...... یہ کہانی ہے ...... ۲۰۰۴ء کے جولائی کی ضعیف العمری کی، اگست کے شباب آنے سے پہلے کی
یہ کوئی ترتیب ہے ...... نہ تصنیف
کہ تھکانے والی بحثیں ہوں ...... فقیہانہ
نہ الجھانے والی موشگافیاں ہیں ...... فلسفیانہ
میں زاہد خشک بھی نہیں ...... کہ بات کروں ناصحانہ

بس چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں ...... سیدھی سادی ...... جیسے ذہن پہ اتری ہیں ویسے ہی دوسروں کے ذہن میں اتارنے کی کوشش کی گئی ہے
قریب ہر صفحہ کا رنگ و بو کا طور کچھ اور ہی ہے ...... شیر وشکر ...... تیر ونشتر ...... کچھ ملیحو کچھ کریہہ ...... ملاحت وکراہت کا آمیزہ

ع ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر ست

ہاں! ...... صفحہ صفحہ درد ہے ...... دعوت ہے ...... ورق ورق عرض ہے ...... پیام ہے
پسند آئی ...... حرکت آ گئی ...... عمل ہوا ...... تو میری راتیں روشن ہو جائیں گی

خیر، خوبی، احسان ...... خدا کو ہی زیبا ہے
خامی، کمی، نقصان ...... میری عصیاں شعار سوچ کا کرشمہ ہے۔

بندۂ روسیاہ
شمس مصباحی پورنوی

۱۵/اگست ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆

وقت ایک تیز سرکش گھوڑا ہے

اور وقت کی پابندی، اس کا مضبوط کھونٹا

پابندی کے اس کھونٹا کو...... نہ ہلنے دو

نہ کمزور پڑنے دو

ایسا کرو گے تو تمہاری زندگی خود بخود کامیاب اور وضعدار بنتی چلی جائے گی

اور دیکھو!

خدا نے تمہیں سوار بنایا ہے

اور وقت تمہاری سواری ہے

سواری کا استعمال کیسے کرتے ہو

تمہیں اختیار ہے

یاد رکھو!

اس اختیار کا...... تم سے امتحان لیا جائے گا

☆

مسلمان قوم ایک چشمہ ہے...... اور سب قومیں پیاسی، تشنہ لب

کوئی زمانہ تھا...... یہ چشمہ اچھلتا بہت تھا...... آبشار سے زیادہ

زمانے سیراب ہوئے...... قومیں آسودہ ہوئیں

تاریخ شاہد ہے

مگر آج یہ چشمہ کیا گدلا ہو گیا؟
کیا خشک ہو گیا؟......نہیں نہیں
کنتم خیر امة اخرجت للناس......
......تم تو سب سے بہتر ہو۔
وا نتم الاعلون ان کنتم مؤمنین...... ہاں، ایمان پر قائم رہے تو تم ہی سب سے برتر ہو۔
اے قوم مسلم!
تو پھر انحطاط اور پستی کی وجہ کیا ہے؟

☆

فاسق و فاجر......چور و قزاق......شرابی و فریبی

لچے شہدے......دیوث خائن......بے عمل و بدکردار
جھوٹ، غیبت، چغلخوری
ان جیسی صفتوں کے افراد......سماج میں بدترین افراد کہلائے
یہی لوگ
فقیروں کے آستانوں
درویشوں کی خانقاہوں میں پہنچے
تو بہترین داعی اور مصلح بن کر اٹھے
دور حاضر کی خانقاہیں اور بارگاہیں
بے فیض کیوں ہیں؟
بے اثر کیوں ہیں؟

☆

کھجور کی چھاؤں میں

حضرت حسین بن علی کھیل رہے تھے

ادھر سے نانا کا گزر ہوا

پیار آیا......تو لپکے

وہ پیڑ کی آڑ میں چھپ گئے

اب ایک طرف نانا

دوسری طرف نواسہ

یہ ادھر آئیں......تو وہ اُدھر جائیں

یوں اٹھکھیلیاں ہوتی رہیں

بالآخر نانا نے......نواسے کو پکڑ لیا

خوب پیار کیا......بوسے لئے

پھر چھوڑ دیا

لوگو!

بچے خدا کی نعمت ہیں

جنت کے پھول ہیں

تمہارے ہاتھوں امانت ہیں

ان سے پیار کرو......یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے

☆

اساتذہ!
درخت ہیں...... اور طلبہ بیل
بیل درخت یا دیوار کے سہارے
اوپر اٹھتی اور زندہ رہتی ہیں
یہ سہارے نہ ہوں
تو سطح زمین پر بیل پامال ہو جاتی ہیں
ٹھیک یہی حال اساتذہ اور طلبہ کا ہے
آج!
اساتذہ اور معلمین میں یہ صفت ناپید ہوتی جا رہی ہے
دینی درسگاہیں...... عربی تعلیم گاہیں
اس وصف خاص سے تقریباً خالی نظر آ رہی ہیں
جبکہ یہ اساتذہ...... یہ درسگاہیں ہی معاشرہ میں روشنی کے پاور ہاؤس ہیں

☆

ندی، نالے، جوہڑ
طول مکث، طویل ٹھہراؤ
یا کثرت نجاست سے
اس کا پانی گدلا، گندا، ہو جاتا ہے
فقہاء اسے ناقابل وضوء ٹھہراتے ہیں

یہی پانی دریا میں مل گیا
طیب وطاہر قرار پایا
وہ لوگ!
جو اپنے آپ کو بڑے برگزیدہ کہلاتے ہیں
دریا کیوں نہیں بن جاتے
کہ آلودہ اور گناہوں سے لت پت لوگ
پاک ہو جائیں

☆

مسلمان!
جو بھی ہے...... سب کو پتا ہے
وہ!
جن کے آنے سے ''یثرب''
''مدینہ منورہ'' بنا...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کونین کی دولت ہاتھ میں تھی
مگر!
کھجور کی چٹائی پر سوتے، بیٹھتے
تو جسم نازنیں پر نشان پڑ جاتے
آج!
تم قالین پر چلتے ہو

جوتے، چپل، بوٹ پہن کر
دفتروں، چیمبروں، آفسوں میں...... غیر دینی تقریبوں میں
اور عالیشان محلوں، پُرتکلف بنگلوں میں
غور کرو!
ہم اپنی جوتیوں سے خود اپنی
تہذیب کو پامال کر رہے ہیں......
ہماری غیرت کو کیا ہو گیا؟......
کیا یہ اسراف، فضول خرچی نہیں؟
کیا یہ ترقی ہے؟ یا ترقی معکوس؟؟

☆

زندگی ہے...... تو جھمیلے ہیں
اور حیات ہے...... تو مسائل
زندگی سے اکتا جانا...... یا جھمیلوں میں ڈوب جانا
مسائل کا حل نہیں

پیڑ!
زمین سے دیکھو تو بلند نظر آتے ہیں
اور بلندی سے دیکھو تو بالکل چھوٹے دکھائی دیتے ہیں
تم!
اپنے آپ کو اتنا بلند کر لو

یہ مسائل خود بخود پست ہو جائیں گے

سنو!

اقبال کیا کہتے ہیں

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

☆

گلاب!

پھولوں کا راجہ

کتنا پیارا...... کتنا من موہن

دل للچایا...... ہاتھ بڑھایا

چھونے یا توڑنے کے لئے

آس پاس پھیلے کانٹوں نے راستے روک لئے

زیادہ ہمت وزور آزمائی کی...... تو لہولہان ہو گئے

جب تک یہ کانٹے ہیں

گلاب محفوظ ہے

اس بھری دنیا میں مسلمان...... گلاب کا پھول ہے

اسلام کے احکام...... تمہارے محافظ......

......کیل کانٹوں سے لیس

تمہارے دشمنوں کو لہولہان کر دیں گے

مگر نادان!

تم قرآن و اسلام کے احکام کو بوجھ سمجھتے ہو

اور ان سے دامن چھڑانے کی کوشش میں ہو؟

تو کیا...... تم سمجھتے ہو کہ تم محفوظ رہو گے؟

ہرگز نہیں، ہرگز نہیں!

☆

وہ!

جن کی عربی شاعری عربوں نے سنی

تو بولے ''یہ شاعر یقیناً عربی ہیں''

بتایا گیا کہ ''یہ ہندی ہیں''

عربوں کو حیرت ہوئی...... کہنے لگے ''پیدائشی ہندی ہیں، فطرتاً عربی ہیں''

یہ شہادت مصری علماء و شعراء نے دی

رو بہ زوال فارسی کی جگہ اردو لے رہی تھی...... انہوں نے فارسی میں مدحت سرائی کی

زبان دانوں کی نظروں سے ان کے اشعار گزرے

تو یہ بار بار دھراتے رہے...... لطف ملتا رہا

اردو میں ان کی نعتیں مقبول عام ہیں...... مشہور آفاق ہیں

اسماعیل یوسف کالج، ممبئی کے صدر شعبۂ اردو پروفیسر کلیم ضیاء نے کہا:

''ان کی شاعری کا جواب نہ ہند میں ہے، نہ پاک میں، وہ لاجواب تھے''

یہ ساری نغمہ سرائیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تھیں

اور نغمہ سرا تھے

امام احمد رضا

☆

وقت ہوا......اذاں دی

دعاء پڑھی......تو حدیث کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

''جو جہاں اذان دیتا ہے۔ وہاں کی چیزیں کل قیامت میں ان کے حق میں گواہی دیں گی''

میں نے یہاں اذان دیکر پیڑ پودے......پربت پہاڑ

شجر حجر......چرند پرند اور فضا کو......گواہ بنالیا

یہ واقعہ پنچپٹی گھاٹ......دھواں دھار......جبل پور کا ہے

علماء اور احباب ہمراہ تھے

عصر حاضر میں علماء اپنے شاگردوں سے اذان دلواتے ہیں

اور مشائخ اپنے مریدوں سے

علماء ومشائخ اذان دینا کسر شان سمجھتے ہیں

لیکن وہاں آج وقت کا مجدد اذان دے رہا تھا

کون؟......امام احمد رضا بریلوی

☆

عجیب وغریب......

حد درجہ متضاد ہے......ممبئی شہر......یہاں مالدار روتے ہیں

فقراء ہنستے ہیں......دن، رات ہوتا ہے یہاں......اور رات، دن

عبدالشکور...... چندن بابو...... چرن سنگھ

چلتے پھرتے...... ہنستے کھیلتے...... کاروبار کرتے...... بانہوں میں باہیں ڈال کر

نہ کچھ کھٹکا...... نہ کوئی ڈر

۱۹۹۲ء کے فساد نے سب کچھ یکسر بدل کر رکھ دیا

سچ ہے...... خدا رزاق ہے

مگر روزی ہو یا رحمت...... اترتی ہے بہانے بہانے سے

حضرت مخدوم ماہمی...... حضرت بہاءالدین شاہ زکریا

حضرت حاجی علی کی درگاہوں کو تو دیکھو...... یہ درگاہیں ہیں یا حاتم طائی دربار،

فقراء مساکین...... مرد، عورت...... ہندو، مسلم...... سکھ، عیسائی

سب بیٹھے ہیں...... پلتھی مار کر...... قطار در قطار

دال گوشت، تندوری چپاتی، چکن بریانی، قورمہ پلاؤ، مٹھائیاں

کیا کچھ نہیں بٹتا ہے وہاں

لوگ لوٹ لوٹ کر کھاتے ہیں...... جھوم جھوم کر اٹھتے ہیں

ذرا بتاؤ تو سہی!...... کھلاتا کون ہے؟...... دستر خوان کس کا ہے؟

واہ رے!

درویشانِ خدا

☆

خیر کی دعوت دینے والے...... حرص میں مبتلا ہیں...... لباس ان کے اجلے ہیں

صورت بھولی......اور چہرہ تقدس میں ڈوبا ہوا

مگر!

وہ خود یا تو حسن کے اسیر ہیں......یا دولت کے پجاری

بیرون Bright ہے اندرون Dark

ان کا ناقص......فاضل بے بدل ہے......غیروں کے فاضلوں کو وہ بے سند سمجھتے ہیں

انہیں گوارا نہیں......کہ کسی کا قد نکل آئے......وہ ہرگز پسند نہیں کرتے

کہ کسی کا گھوڑا......اُن کے گدھوں سے آگے نکل جائے

وہ!

آواز تو دیتے ہیں، محبت کی، اخلاص کی، تقرب الی اللہ کی، عملی جہاد کی

اور جب وقت آن پڑتا ہے......تو وہ منہ چھپا لیتے ہیں......ریت میں شترمرغ کی طرح

الٰہی!

یہ ہیں تیرے پاسبان حرم

☆

کراچی......بہت حد تک ممبئی سے ملتا جلتا ہے

دونوں روشنیوں کا شہر......دن رات جگ مگ جگ مگ

سمندر ایک ہی ہے......پر دونوں دولبوں پر آباد

اگست ۲۰۰۱ء کو کراچی گیا......تو محمد علی جناح کا مقبرہ دیکھا

سید عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر حاضری بھی دی

محمد علی جناح کے مقبرے کی کیا بات ہے؟
وسیع ترین رقبہ کی باؤنڈری......اندر خوبصورت پیڑ پودے......اُگی ہوئی دوب
تراشی ہوئی گھاس......پھولوں سے لدے گارڈن......شاداب پھلواریاں
جگہ جگہ اچھلتے فوارے......نشست گاہیں......کرسیاں اور سیڑھیاں
درمیان میں اوپر اٹھتا ہوا چبوترہ......کئی بیگھے زمین پر مشتمل......چبوترہ کے بیچ میں مقبرہ
تراشے ہوئے سنگ مرمر کا......منقش......نقش ونگار اور میناکاری کی ایک حسین مثال
پھر فلک سے باتیں کرتا ہوا گنبد......فوجی وردی میں چار گارڈ......چار کونوں میں
سینہ و بندوق تانے ہوئے......کروفر......جاہ وجلال کی کوئی کمی نہیں
لگے کہ شاہی دربار ہے......یا مصنوعی جنت
زائرین وناظرین تو آتے ہیں بہت
زیارت گاہ سمجھ کر کم......تفریح گاہ سمجھ کر زیادہ
شاید!

☆

زوجات......زجاج ہیں......بیویاں نازک شیشیاں ہیں

انہیں عزت دو......انہیں تحفظ دو
شوہر! صدف ہیں......بیوی، موتی
اسے چھپائے رکھو......اسے بچائے رکھو
مرد! پھول ہیں......عورت خوشبو
تم اس میں سما جاؤ......وہ تم میں سما جائے

غور سے سنو!

شرم وحیا کے رنگ سے ...... اپنی دیواریں رنگ دو

محبت ووفاء کے جھومر سے ...... اپنی چھت سجالو

لذت ہی لذت ...... راحت ہی راحت

سکون ہی سکون پاؤ گے

☆

بہت تیز ہے ...... چیونٹیوں کا شعور SENSE

بیدار ہے اس کا یہ SENSE روز اول سے اب تلک ...... جہاں مٹھاس ہوتی ہے

بغیر کسی اطلاع کے وہ وہاں پہنچ جاتی ہیں

روز مرہ کا مشاہدہ ہے یہ گھر کی آنگن سے بیٹھک وبازار تک

اسی طرح بیدار تھا شعور ...... صدر اول کے مسلمانوں کا ...... فاستبقوا الخیرات ...... پر عمل تھا

نیکی وخیر کے خیمے ...... جہاں کہیں نصب ہوتے ...... وہ وہاں پہنچ جاتے

مشکلات سفر کی پروا کئے بغیر ...... راہوں کی صعوبتیں ان کے لئے سدراہ نہیں ہوتیں

...... درمیان میں بڑے بڑے فاصلے ہوا کرتے تھے ...... وہ نہ گھبراتے

پہلے کی بہ نسبت آج ...... عبادت گاہیں، تربیت گاہیں ...... اور چلہ گاہیں بہت ہیں

شہر شہر ...... قریہ قریہ ...... گلی گلی ...... کوچہ وبازار، قدم قدم پر ...... سفر تو ہوتا ہے

قدم تو اٹھتے ہیں

پر کدھر؟

تھیٹروں، کلبوں، تفریح گاہوں کی طرف

عبادت گاہیں ترستی ہیں...... تفریح گاہیں گونجتی ہیں

چیونٹی کا شعور بیدار ہے...... جب سے اب تک

مگر مسلمان کا!...... زندہ کہیں یا مردہ؟

☆

لوگ، سفر کرتے ہیں روز......

کار، موٹر، ریل، ہوائی جہاز کی ضرورت ان کی اہمیت، کب تک؟...... منزل

آتے ہی...... نہ اس کی ضرورت

نہ اس کی اہمیت

سامان سفر میں مسافر، بیڑی، سگریٹ بھی رکھتے ہیں...... جو عادی ہیں

کاغذ کا ڈبہ یا پیکٹ...... بڑی عزت و اہمیت کا حامل ہے

بیگ، بریف کیس میں جگہ پاتے ہیں

بیڑی، سگریٹ ختم...... کھوکا اور پیکٹ کھڑکی سے باہر

سفر ختم ہوا...... سرائے، مہمان خانے GUEST HOUSE میں قیام کیا مدت

پوری ہوئی...... ان قیام گاہوں کی اہمیت ختم ہوئی

پھر سفر شروع ہوا...... واپسی کا

زندگی سفر میں ہے...... مسلسل...... سفر کی تیاری ہے...... نہیں، تو صرف سفر آخرت کی

اے مسافرو!

یہ دنیا!

مستقل قیام گاہ ہے یا محض ایک مسافر خانہ؟

☆

دھرتی نم ہے......دوب، گھاس، بیل بوٹے، پیڑ پودے......

ہر طرف خموشی......

کبھی کہیں چڑیوں کی چہچہاہٹ ان ہی کے درمیان مٹی کے چھوٹے چھوٹے تودے یا قدرے ابھرے ہوئے تودے......نیچے لحد اور قبر کی علامتیں ہیں......زمین کے اس حصہ کو مسلمان قبرستان کہتے ہیں......گورِ غریباں......شہرِ خموشاں

اسلام کا حکم ہے......جب وہاں سے گزرو......تو کہو!

السلام علیکم یا اھل القبور و انا بکم لاحقون

اے! قبر والو! تم پر خدا کی سلامتی ہو......رحمت ہو

ہم تم سے عنقریب ملنے والے ہیں

ذہن بڑا عیار ہے......سوال کرتا ہے

یہ تو مردے ہیں......مٹی کے تودے ہیں......تم کس کو سلام کرتے ہو؟

عقل حیران ہے......کس کی مانیں

اسلام کی یا عقلِ عیار کی......صحیح حدیث جواب دیتی ہے:

مردے سنتے ہیں......تمہارے قدموں کی چاپ، آہٹ کو بھی

سلام کرو......وہ بھی خطاب کرتے ہوئے......اے قبر والو!

زندگی اور موت

دریا کے دو کنارے ہیں، یہ

☆

سمندر میں صدف ہے......اور صدف میں موتی

ہر صدف میں موتی نہیں ہوتا......جس صدف میں یہ دولت ہے

وہ ہے اللہ کا انتخاب

اچھا! ہر وہ شخص......جو تیراک ہے یا غواص

بحری علوم سے واقفیت رکھتا ہے......یا بحریات کا ماہر

کیا اس کی رسائی موتی والے صدف تک ممکن ہے؟

ظاہر ہے، جواب 'نا' ہی ہوگا

قرآن سمندر ہے......اور حدیثیں دریا

قرآن و حدیث کے سمندر سے موتی

دینی مسائل اور ان کے رموز و اسرار

ہر شخص نکال لے

یہ کیونکر ممکن ہے؟

☆

قطرہ میں یہ جرأت کہاں؟

کہ اپنے کو سمندر کہے وہ

پر سمندر کی بھی مجال نہیں......کہ قطرہ کے وجود سے انکار کر دے

کیونکہ ان گنت قطروں کا ڈھیر ہی سمندر کے وجود کا باعث ہے

یہ! مسلمان قوم بھی ......ایک سمندر ہے

جس طرح قطرہ کی کوئی حیثیت نہیں ......اسی طرح فرد کی بھی کوئی حیثیت نہیں

یہ نکتہ سمجھنے کا ہے

جس دن یہ نکتہ سمجھ لیا گیا اسی دن سے اس قوم کو کوئی آنکھ نہیں دکھا سکتا

☆

مسجدیں بھری پڑی ہیں......لوگوں کے دل دولتِ ایمان ، لذت عبادت سے خالی

نماز پڑھی......مسجد سے نکلے......دروازے پر آتے ہی

وہی بک بک......وہی بکواس......وہی فضولیات......وہی فواحش

اصلاح احوال کی کوئی فکر نہیں

قرآن کہتا ہے:

''نماز فواحش و منکرات سے روکتی ہے''

غور کرو!

تم نے نماز پڑھی......؟

حاجی......حج کر کے آتا ہے

پھر وہی حال......وہی ماحول

وہی چال ڈھال......وہی گورکھ دھندا

حدیث کہتی ہے:

حاجی ایسا ہی ہے......جیسے نومولود بچہ......یعنی بالکل بے گناہ

بتاؤ!.....تمہارا حج ہوا؟

یہ نماز.....یہ حج

کیا دکھاوا تو نہیں؟

☆

بچے.....کھیلوں میں مست رہتے ہیں

جوان.....تعیش، موج و مستی کو پسند کرتے ہیں

بوڑھے.....اپنی پرانی یادوں کے سہارے دن گزارتے ہیں

یہ ہیں سب فطرت کے تقاضے

انسان.....ایک حیوان ہے.....مگر معاشرتی

رشتے بنانا.....میل محبت کرنا.....آپس میں مل بیٹھنا

دل لگی و سرگوشیاں کرنا.....ایک دوسرے کی ضرورت کو پوری کرنا

یہ تمام ہیں انسان کی ضرورتیں

قدرت!.....مرد کو.....بیٹا.....پوتا.....باپ.....دادا.....بنا دیتی ہے

یہی قدرت صنف نازک کو.....بیٹی.....بہو.....ماں.....اور دادی کی منزل پر پہنچا دیتی ہے

یہ کھیل! یونہی جاری رہے گا.....جیسے کمہار کا چاک

اس کھیل میں کامیاب ہے وہ.....جس نے عمر کی ہر منزل میں خدا کو یاد رکھا

اس کے لئے جنت کی حوریں.....اور بہاریں

سرتاپا انتظار ہیں.....بہ سرو چشم اشتیاق ہیں

☆

چیونٹی!

جب سیلاب آتا ہے
اور پانی اس کے بلوں میں گھسنے لگتا ہے
تو وہ اپنے اپنے سوراخوں سے باہر آتی ہیں
ایک دوسری میں گتھ جاتی ہیں...... پیوست ہو جاتی ہیں
ایک ڈھیلے کے مانند...... پانی کی سطح پر وہ ڈھیلا بہتا رہتا ہے
جونہی سیلاب اترا...... وہ اپنی ایک نئی دنیا
ایک نئی بستی...... بسالیتی ہیں
کوئی کسی کی چغلی...... مخبری...... یا راز افشانہیں کرتی
مسلم قوم یا مسلمانوں میں یہ شعور کیوں نہیں،
کیا؟
وہ چیونٹیوں سے بھی گئے گزرے ہیں؟

☆

شبلی نعمانی...... بڑے ادیب وشاعر تھے......اور تاریخ وثقافت کے بڑے ماہر، اس زمانے میں ریاستیں قائم تھیں......نوابوں کے یہاں رسوخ تھا ان کا...... درباری علمی منصب پر فائز رہا کرتے تھے وہ...... بعد میں وہ علی گڑھ میں سرسید کے دست راست بنے......پھر ندوہ سے جڑے......ندوہ کی فضا انہیں تا دیر راس نہیں آئی

تو دل برداشتہ ہوکر...... اعظم گڑھ میں ''دارالمصنفین'' قائم کیا...... خاکے تو کھینچے

مگر رنگ نہ بھر سکے...... ۱۹۱۴ء میں انتقال کر گئے

بھوپال، بمبئ، جنجیرہ، حیدرآباد جہاں کہیں سفر کرتے ان کا متحرک کتب خانہ

ان کے ساتھ ہوتا...... اس کے سہارے وہ مضامین لکھتے، تصنیفی کام کرتے

امام احمد رضا بریلی میں پیدا ہوئے...... وہیں تعلیم پائی...... وہیں پڑھا، وہیں پڑھایا

درس وافادہ، تصنیف وتالیف، بیعت وارشاد، تحریک وتنظیم...... سارا کام انہوں نے

وہیں کیا

۱۹۲۱ء میں وصال کر گئے

ان کا توشہ تھا، محض اللہ کا فضل...... ان کی کل پونجی تھی، صرف عشق رسول...... کسی

نواب کو خاطر میں نہیں لاتے تھے وہ...... نہ کسی حکومت وریاست سے تعلق تھا

یہ سفر کرتے...... تو ان کے ساتھ ان کا خداداد ذہن ہوتا...... اور ان کا برق رفتار قلم

مضامین لکھتے...... اشعار قلمبند کرتے...... کتابیں تصنیف ہوتیں

مکہ مکرمہ میں انہوں نے کئی کتابیں لکھیں...... قلم برداشتہ، وہ بھی عربی زبان میں،

تو علمائے عرب عش عش کر اٹھے...... اور انہیں رئیس المصنفین کا لقب دیا

یہ ہے سفر سفر میں فرق

☆

بزم حیات کے دو پھول ہیں...... بیٹا اور بیٹی

بیٹا کو رحمت...... اور بیٹی کو زحمت، مت سمجھو

دونوں ہی رحمت...... دونوں ہی برکت

دونوں ہی زینت ہیں......زندگی کے، گلشن میں

نہ بیٹا گلاب ہے......نہ بیٹی گیندا

دونوں گلاب ہیں......تمہارے باغ میں

دونوں دو آنکھیں ہیں......تمہارے سر کی

دونوں نور ہیں......تمہاری نگاہوں کے

دونوں ٹھنڈک ہیں......تمہارے سینوں کے

بیٹا حویلی کا محافظ ہے......تو بیٹی اس کی روشنی

بیٹا ہمالیہ ہے......تو بیٹی اس کی چوٹی

بیٹا پتنگ ہے......تو بیٹی اس کی ڈور

بیٹا قطب مینار ہے......تو بیٹی تاج محل

جیسے چائے میں چینی......، سالن میں نمک ضروری ہے

ویسے ہی گھر کے آنگن میں......بیٹیوں کا وجود لازمی ہے

ایمان والو!

بیٹی ایک، دو ہوں......یا زیادہ

جنت کی سیڑھیاں ہیں یہ......خدا رسول کی خوشنودیاں ہیں یہ

☆

خزانۂ علوم کی کنجیاں ہیں......ربانی علماء

اسرارِ قرآن ان پر کھلتے ہیں......رموزِ دین ان سے ملتے ہیں

علم رسالت کے وارث ہیں وہ......علم نبوت کے نائب ہیں وہ

ان کی بارگاہیں...... خدا کی جلوہ گاہیں ہیں

امت کی پناہ گاہیں ہیں وہ...... ملت کی امید گاہیں ہیں وہ

وہ خدا کی حجت ہیں...... وہ دین حق کی شناخت ہیں

وہ ہدایت وارشاد کے سرچشمے ہیں

ان کو پکڑے رہو...... ان سے لپٹے رہو

وہ صاحب عظمت...... ان کا حکم واجب التعظیم

وہ صاحب عرفان...... ان کا فتویٰ واجب الاذعان

اُن کی پہچان زہد وتقویٰ

ان کا ہو کر رہو...... انہیں لے کر رہو

قرآن!...... انہیں عزت وتوقیر دیتا ہے

ان کی توہین مت کرو...... انہیں بے توقیر مت سمجھو

حدیث!...... انہیں وارث الانبیاء کہتی ہے

ان سے بغض مت رکھو...... ان کی مخالفت پر مت اترو

اچھی طرح یاد کرلو!

ان سے ملنے میں نجات ہے...... ان سے ہٹنے میں ہلاکت ہے

☆

صبح کی سادگی پھیلی ہوتی ہے

مرد آتا ہے...... عورت آتی ہے...... کبھی کبھی بچے آتے ہیں

...... دانے ڈالتے ہیں...... چلے جاتے ہیں...... گیہوں کے...... جو کے...... باجرے کے..

آس پاس دیو قامت بلڈنگیں کھڑی ہیں...... فلک بوس عمارتیں ہیں
ان کی چھتوں سے...... کھڑکیوں سے...... روشن دانوں سے...... بام و در سے
کبوتر، جھنڈ کے جھنڈ...... ٹوٹ ٹوٹ کر آتے ہیں...... لوٹ لوٹ کر کھاتے ہیں
پھر جھوم جھوم کر اڑ جاتے ہیں
ان کے آنے جانے میں...... عجب سرور ہے...... سرمستیاں ہیں اٹھکھیلیاں ہیں
دو عمارتوں کے درمیان بنے ہوئے Garden چھوڑے ہوئے Space
اور Parking کا یہ خوشنما منظر...... متوجہ کر لیتا ہے مجھے بے ساختہ
میں اپنی آفس میں بیٹھا ہوتا ہوں...... کھڑکی کھلی ہوتی ہے
دل مچل اٹھتا ہے...... آنکھیں آب اشک سے وضو کرنے لگتی ہیں
میں گنگنانے لگتا ہوں:

کاش کبوتر ہی میں بن کے رہا ہوتا
گنبد خضرٰی کے پرنور مناروں میں

☆

صراحی

تو بھری ہے...... پیمانے خالی ہیں
وہ جھکے گی...... تو یہ بھریں گے
گلاس جھکتا جاتا ہے...... پیاسا پیتا جاتا ہے...... تنتا جاتا ہے
ماں کا پستان، خالی ہوتا ہے...... تو بچے کا شکم سیر ہوتا ہے
پیڑ سہارا دیتا ہے...... تو بیل اوپر چڑھتی ہے

موم بتی پگھلتی ہے...... تو اجالا پھیلتا ہے

او پارساؤ!...... پرہیزگارو!!

تم صراحی بن جاؤ...... میں پیمانہ ہوں

تم گلاس بن جاؤ...... میں پیاسا ہوں

تم پستان بن جاؤ...... میں بچہ ہوں

تم پیڑ بن جاؤ...... میں بیل ہوں

تم شمع بن جاؤ...... میں اندھیرا ہوں

پیئے کو پلانا...... بنے کو بنانا...... روشن کو منور کرنا

تحصیل حاصل ہے یہ...... فعل عبث ہے یہ

لوہے کو کندن بناؤ...... خام کو خالص بناؤ

یہ ہے کمالِ فن

☆

چراغ تو ہے...... پر روغن نہیں

چولہا تو ہے...... پر ایندھن نہیں

تالا تو ہے...... پر چابی نہیں

کشتی تو ہے...... پر ناخدا نہیں

بڑوں کا پیار...... چھوٹوں کے لئے...... روغن ہیں

بزرگوں کی محبتیں...... چھوٹوں کے لئے...... ایندھن ہیں

اکابر کی شفقتیں...... اصاغر کے لئے...... چابیاں ہیں

اسلاف کی تربیتیں ...... اخلاف کے لئے ...... ناخدا ہیں

کجکلاہوں کو ...... روغن بن جانا چاہئے

رہنماؤں کو ...... ایندھن بن جانا چاہئے

علماء کو ...... چابی بن جانا چاہئے

زعماء کو ...... ناخدا بن جانا چاہئے

کہ چھوٹوں کی زندگیاں سنور جائیں

کنویں سے پانی نہ نکلے ...... خلق کی پیاس نہ بجھے

تو لوگ!

اسے کیا کہیں گے ...... کنواں یا بئر بضاعۃ؟

☆

آئینہ

جب تم اسے سامنے سیدھی سمت میں رکھو ...... نہ زیادہ پاس ...... نہ زیادہ دور

تو وہ دکھائے گا تمہیں ...... تمہاری صورت ...... رنگت و رونق ...... خدوخال

ناک نقوش ...... ریکھائیں ...... شاکھائیں

یہی آئینہ!

رکھا تو سہی بالکل سامنے ...... مگر تمہارا چہرہ ہے ...... اور اس کی پشت

یا اپنے چہرے ہی سے بالکل چپکا لیا

تو اب وہ کچھ نہ دکھائے گا ...... نہ تم کچھ دیکھ پاؤ گے

ایک آئینہ یہ ...... کہ سیدھے رکھو یا الٹے ...... سامنے رکھو یا پیچھے

دیکھو گے تم اس میں ...... اپنا باطن ...... اپنا اندرون
مغرب و مشرق کی کوئی قید نہیں ...... شمال و جنوب کی کوئی شرط نہیں
اوپر عرش اعظم ...... نیچے تحت الثریٰ ...... پاتال تک
وہ بنتا، بکتا ہے ...... آئینہ ساز کی دکان میں
یہ ہوتا ہے درویشان خدا کی مٹھی میں
فرق کتنا ہے ...... دونوں میں

☆

نجاست کا ایک قطرہ ...... بھر مٹکا پانی کو ناپاک کر دیتا ہے

دہی کے چند قطرے ...... دودھ سے لبریز برتن کو جما دیتے ہیں
سماج میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں ...... جو فطرت میں انتہائی غلیظ ہیں
شراب کی طرح
کپڑے تو سفید ہیں، بگلوں کی طرح ...... اور اندرون نجس، خنزیر کی طرح
اسی سماج میں کچھ لوگ وہ ہیں ...... جن کی مثال پارس کی سی ہے
سنار کی بھٹی ہیں وہ ...... خام کو کندن بنا دیتے ہیں
ناقص کو کامل ...... اور کامل کو اکمل کر دیتے ہیں وہ
ملت عزیز کے شہزادو!
راستے دو ہیں ...... بیٹھکیں دو ہیں
دیکھنا یہ ہے!
تم کس پر چلتے ہو ...... کہاں بیٹھتے ہو

مگر ہاں!......یاد رکھو!!
حقیقی سرفرازی وسربلندی کے حقدار وہ ہیں
جو خود پارسا ہیں
پارسائی کو پسند کرتے ہیں

☆

حسد جونک ہے
حاسد کا بھیجہ چاٹتا رہتا ہے......اور وہ کھولتا جاتا ہے
کڑھاؤ کی طرح......اور محسود کا کچھ نہیں بگڑتا
کبر، غرور، نخوت......بلا خیز آندھی ہے
جو متکبر و مغرور کو بلندی سے کھائی میں دھکیل دیتی ہے
خود غرض......مگر مچھ ہیں......بجّو ہیں
کہیں بھیگی بلی......معصوم، بغیر سینگ والی بکری کی طرح
اور کہیں خبیث گدھ......بھوکے بھیڑیے بن جاتے ہیں
غیبت اور چغلی......مردار کا گوشت ہے......بھس میں آگ لگانا ہے
یہ عادتیں ہرگز نہ اپناؤ
تمہیں لے ڈوبیں گی یہ
ہلاکت میں ڈال دیں گی یہ
مشہور ہو......تو رسوا ہو جاؤ گے
جلیل ہو......تو ذلیل ہو جاؤ گے

☆

کرگس، گدھ

اس کا آشیانہ کہاں......شجر کی سب سے اونچی شاخ پر

اور فطرت......خست، غلاظت، گندگی میں ڈوبی ہوئی

غذا اس کی کیا؟......بدبودار، تعفن آمیز مردار کا گوشت

بگولہ......اوپر سے اجلا......اندر سے کالا

کوا......بیرون واندرون......دونو کالا

کچھ لوگ......سفید ہیں لباس میں......بگولے کی طرح

ڈاڑھیاں ان کی......برگد کی جھاڑیاں جیسی

دین کی راہ میں نکلتے ہیں......کلمہ ونماز کی دعوت دیتے ہیں

ان کے گھر برائیوں کی آماجگاہیں ہیں

انہیں اپنی خامیاں نظر نہیں آتیں......اپنے کبائر پر انہیں ندامت نہیں ہوتی

گدھ اور بگولے سے کوا ہی بہتر ہے......اندر باہر دونوں کالا ہے

☆

آب......پانی

آتش......آگ

خاک......مٹی

باد......ہوا

یہ عناصر اربعہ...... یہ چاروں چیزیں بلا ریب، بے شک خود انسان کے خمیر میں شامل ہیں۔
آب، آتش، خاک، باد، یہ اپنے وجود میں انسان کی محتاج نہیں...... جبکہ انسان
ضرور ان کے منت کش احسان
یہ ایک ایسی کھلی حقیقت ہے...... کہ ادنیٰ توجہ اور غور فکر کی حاجت نہیں
ہاں!...... انسان کے جسم میں ایک نہایت اعلیٰ رکن MAIN ORGAN ہے
عقل BRAIN
اس کا کام ہے، مسلسل سوچتے رہنا
مگر!...... کیا انسان نے کبھی سوچا کہ ان عناصر اربعہ کی خصوصیات کیا ہیں؟

اگر سوچا ہوتا،
تو آج کا یہ انسان...... اتنا خود غرض نہیں ہوتا

پانی!
مینہ کی رم جھم برسات...... اور موسلا دھار برستا ہوا پانی
جل تھل دریا...... پرسکون ساگر...... خاموش سمندر...... بہتے جھرنے
ابلتے چشمے...... اور شور مچاتا ہوا آبشار...... ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی ندیاں
اور گنگناتی ہوئی نہریں
سب کے سب پاک صاف شریں...... ٹھنڈا ٹھنڈا...... میٹھا میٹھا
یہاں وہاں...... جہاں تہاں...... صبح و شام...... اندھیرے
اجالے...... کالے گورے کی کوئی قید نہیں
ہر وقت ہر دم...... بے قیمت اور بے غرض...... خموشی اور انکساری کے ساتھ
انسانوں اور جانوروں کی خدمت میں مصروف...... مکمل بے غرضی اور بے نفسی کے ساتھ

بس!

یہ ایک مثال ہے...... باقی اور عناصر آگ، مٹی اور ہوا کی ٹھیک یہی خاصیت اور صفت ہے
صرف اور صرف بے غرضی
دوسروں کے لئے سراپا خدمت
پس!

جب انسان کی ذات میں شامل چیزوں کی یہ صفت ہے...... تو پھر آج کا انسان، اتنا غرض منداور مفاد پرست، ظالم وسفاک کیوں ہوتا چلا جارہا ہے
کیا اس کی عقل نے غور وفکر کرنا چھوڑ دیا ہے؟...... یا اس کی عقل ماری گئی ہے؟؟
یا پھر وہ انسان کی صورت میں...... شیطان...... طاغوت
اور پورا کا پورا شرتو نہیں؟؟؟ بش، شیرون اور نریندر مودی کو کیا کہیں گے؟
اے کاش!
اگر انسان نے محض اپنی ذات میں غور کرلیا ہوتا...... تو یہ انسانی بستیاں نہ جلتیں
آبادیاں نہ اجڑتیں...... نفرتوں کا یہ سیلاب نہ آیا ہوتا...... جانیں نہ جاتیں
جوانیاں نہ لٹتیں...... نسلیں برباد نہیں ہوتیں
اور انسانی خونوں کا یہ عظیم سمندر نہ بہا ہوتا
اے عزیزو!
جس نے تمہیں پیدا کیا ہے...... اس نے عقل بھی دی ہے...... ذرا سوچو، کہیں باہر جا کر نہیں
بس اپنی ذات میں
اس معاشرہ کو مقتل نہ بناؤ!
گلزار بناؤ!!...... گلزار!!!

☆

درخت

دھوپ میں کھڑا، سورج کی گرمی میں تپتا ہے......اور لوگ اس کی چھاؤں میں آرام کرتے ہیں

پھول!

ہنس ہنس کر لوگوں کا من بہلاتا......اور جی خوش کرتا ہے......کبھی وہ پھل میں بدل جاتا ہے......جو جانداروں......کے لئے غذا اور دوا کے کام آتا ہے

درخت!

درخت اگتا ہے، تو فائدہ......بے ثمر کھڑا ہے، تو فائدہ
پھل پھول دیتا ہے، تو فائدہ......اکھڑتا یا کٹتا......یا مرتا ہے تو فائدہ
ہمارے فرنیچر بنتے......چولہے جلتے......اور کھانے پکتے ہیں
کہ درخت کا یہ سارا عمل آس پاس جاری ہے......بالکل بے غرض ہو کر

اے انسانو!

تم نے اپنے آنگن یا حویلی کے پیڑ سے بے غرضی نہ سیکھی......گھر سے باہر اس سانپ سے خود غرضی سیکھ لی......جو اپنے بچوں ہی کو کھا جاتا ہے

یایھا الانسان افلا تتفکرون

اے انسانو!......ذرا سوچتے کیوں نہیں؟

☆

ریت......تودہ نہیں

ذرہ...... پہاڑ نہیں

رائی...... ڈھیر نہیں

ہمزہ...... الف نہیں

دانہ...... تسبیح نہیں

تنکا...... آشیانہ نہیں

بکری...... ریوڑ نہیں

کبوتر...... جھنڈ نہیں

فرد...... جماعت نہیں

کنکر...... چٹان نہیں

ایک دوسرے سے جڑے تو تودہ...... پہاڑ...... ڈھیر...... الف...... تسبیح...... آشیانہ
ریوڑ...... جھنڈ...... جماعت...... اور چٹان کہلائے

تم نے!...... ہاں تم نے!!

لکیریں کھینچ دیں...... دیواریں اٹھادیں...... خیمے کھڑے کردیئے
زبان کی...... زمین کی...... جغرافیہ کی...... مسلک کی...... مشرب کی
مسلمانوں کو خانوں میں بانٹنے کا تمہیں کس نے دیا ہے یہ اختیار؟

اسلام نے؟...... قرآن نے؟؟...... احادیث نے؟؟؟
کس نے کیا ہے تمہیں بااختیار؟

خانقاہوں نے؟...... بارگاہوں نے؟؟...... درباروں نے؟؟؟
کس نے بنایا ہے تمہیں مختار...... AUTHORISED

درسگاہوں نے؟...... دانشگاہوں نے؟؟...... تربیت گاہوں نے؟؟؟

زبانی جواب جو بھی ہو

ضمیر کی آواز کچھ اور ہی ہوگی

غیرت کا فیصلہ کچھ اور ہی ہوگا

وہ!...... جو اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں...... اپنی ضد پر اڑے رہیں گے

ضد اور اڑیل پن...... جاہلیت ہے...... تعصب ہے...... نفسانیت ہے

یہ ایک رسم خبیث ہے

اس رسم خبیث و خسیس پر قرآن کا اعلان سنو؟

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم

خدا سے ڈرنے والا ہی خدا کے نزدیک عزت والا ہے

مکہ میں پیدا ہونے والا...... مکہ سے ہجرت کر گیا

خدائی کیل کانٹوں سے لیس...... الٰہی لاؤ شکر کے ساتھ

جب مکہ پر چڑھائی کی...... تو خانۂ کعبہ کی چابی خود بخود سپرد کر دی گئی

اذن عام ملا...... حضرت بلال...... کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے

معاً!...... اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی...... سارا ہی مکہ گونج اٹھا

کوئی ایک سردار قریش...... جو نسلی، لسانی، علاقائی

تعصّبات سے لبریز تھا، بولا!

من این ھٰذاالغراب الاسود؟...... ارے! یہ کالا کوا! کہاں سے ٹپک پڑا؟

شان رسالت جلال میں آ گئی...... زبان نبوت نے للکار کر یہ جواب دیا

لافضل للعربی علی العجمی ولا فضل للابیض

علی الاسود الا بالتقوی

نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے، نہ گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے
ہاں!
پرہیزگاروں کے لئے ہے......ساری فضیلت......ساری بلندی و برتری
کیا اب بھی کوئی مسلمان......دوسرے مسلمان بھائی کو......ٹارچر کریگا
نگاہ نفرت سے دیکھے گا......پائے حقارت سے ٹھکرائے گا
وجہ بے وجہ کمتر و کم سواد سمجھے گا
پھر بھی اگر کوئی ایسی جرأت کرتا ہے تو اسے......جماعت جاہلین......یا جنت الحمقاء
میں بیٹھنے سے کون روک سکتا ہے؟

☆

کھیتوں میں لہلہاتی فصلیں ہیں تو غیر ضروری جھاڑ جھنکاڑ بھی ہیں

کیڑے مکوڑے بھی......ان کی قدر کی جاتی ہے......یہ ہیں بے توقیر
مگر ہیں دونوں کھیت ہی کا حصہ
زمین و آسمان......سمندر اور پہاڑ......اگر کائنات کا جز ہیں
تو دانہ بھی......حباب بھی......دل کی دھڑکنیں بھی
ولی اور عالم......جاہل اور گنوار......دونوں اسی سماج کے افراد ہیں
جو بھی مخلوق ہے......کائنات کا حصہ ہے......اس کا انکار کیسے کرو گے؟
انبیاء!......جاہلوں میں اترے......علم لیکر......حلم لیکر
دعوت کے لئے نکلے......اصلاح کے لئے چل پڑے
تو جاہلوں نے روڑے اٹکائے......راستے روکے......کانٹے بچھائے

جہاں علم کام نہیں آیا، وہاں حلم سے کام چلایا
نبی کے نائبو!......رسول کے وارثو!!
تم عالم ہو، تم داعی ہو
تمہارے ذمہ کارِ نبوت ہے
انبیائی طریق کار اپناؤ
حلم سے کام لو
ضبط سے کام لو
جاہل کا جہل......خود بخود شرمسار ہو جائے گا

☆

مچھلیوں کا شکار کرنے والا......مچھلی اور کیکڑے کو پکڑتا ہے

دونوں کو الگ الگ بکیٹ میں رکھتا ہے
مچھلی والا بکیٹ ڈھانک دیتا ہے......کیکڑے والے بکیٹ کو کھلا چھوڑ دیتا ہے
دیکھنے والوں نے پوچھا......تم ایسا کیوں کرتے ہو
ایک کو ڈھکتے ہو......دوسرے کو کھلا چھوڑتے ہو
ماہی گیر نے جواب دیا......مچھلیاں کود کر نکل جاتی ہیں......کیکڑے نہیں نکلتے
جب ایک کیکڑا......نکلنے کی کوشش کرتا ہے......تو دوسرے اس کی ٹانگیں
پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں......یوں اسے ڈھانکنے کی......قید کرنے کی ضرورت نہیں
ہماری جماعت کا حال کیکڑے جیسا ہے
آگے نکلنے والوں کی ٹانگیں کھینچی جاتی ہیں

اڑنے والوں کے پَر ..... کترے جاتے ہیں

پھر یہ قوم!

کیوں کر آگے بڑھ سکتی ہے؟

جوان کیوں کر کام کر سکتے ہیں؟؟

جماعت کیوں کر ترقی کر سکتی ہے؟؟؟

☆

ماں! ..... من مندر کی دیوی

ان کا انگ انگ ..... گلاب کی پنکھڑیاں ..... نس نس ..... شہد کی تازہ نہریں

نفس نفس ..... مشک وعنبر کی شیشیاں ..... زلفیں ..... ساون کی گھٹائیں

پیشانی ..... قوس قزح Rainbow ..... پلکیں ..... ممتا کی چھت و چھاؤں

دونوں آنکھیں ..... پیار کے دو مٹکے ..... دونوں لب ..... باب کعبہ کے دونوں پٹ

زبان ..... مصری کی ڈلی ..... منھ ..... زم زم کا کنواں

دونوں ہاتھ ..... کعبۂ دل کے دوستون ..... ناخن ..... پہلی تاریخ کا ہلال

اور قدموں کے نیچے انگڑائی لیتی ہوئی جنت

غرض ماں کا پیکر ..... قدرت کی انوکھی تخلیق

پھول سے زیادہ نازک ..... خوشبو سے زیادہ لطیف

مہ وانجم سے زیادہ جمیل ..... کہکشاں سے زیادہ حسین

ماں کا مرتبہ ..... ہمالیہ سے زیادہ اونچا ..... ماں کی عظمت ..... قطب مینار سے زیادہ بلند

ماں کی خوشی ..... جنت کی ضمانت ..... ماں کی ناراضگی ..... جہنم کی رسید

قرآن نے کہا!
انہیں ...... 'اف' نہ کہو! ...... 'اوہ' نہ کہو ...... 'انہوں' نہ کہو!

جوانو!
ماں کو دل میں بساؤ ...... پلکیں بچھاؤ

☆

وہ بوڑھا پیڑ ...... اب کٹ گیا ...... دریا کی نذر ہو گیا
جس کی جڑیں ذرا ابھری ہوئی تھیں ...... ان پر ''گلہڑی'' بیٹھا کرتا تھا
''گلہڑی''، کم گو ...... کم آمیز ...... دبلا پتلا ...... شرمیلا تھا
اس کے ہم عمر لڑکے ...... مدرسہ، اسکول، بعد میں دارالعلوم، ہائی اسکول، کالج میں پہنچے چھٹیوں میں وہ کبڈی، فٹ بال کھیلتے تھے ...... گلہڑی کو کھیل کود سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی وہ جو کام بھی کرتا ...... محنت، لگن سے کرتا ...... خوب سے خوب تر کی اسے جستجو رہتی یہی وہ جستجو ہے ...... جو گلہڑی کو مدرسہ و دارالعلوم لے گئی ...... اس جستجو نے کالج و یونیورسٹی پہنچایا۔
آج ...... وہ دین و دانش کا ...... ملتقی البحرین ہے ...... صاحب اولاد ہے
اس کے صحن حیات میں ...... کئی نشاۃ انگیز پھول مسکرا رہے ہیں
وہ متمول تو نہیں ہے ...... پر فاقہ کش بھی نہیں ہے
آج ...... اس کے ہمجولی ...... گاؤں کے بوڑھے ...... قوم کے جوان
اس پر ناز کرتے ہیں اس کو رشک کی نظر سے دیکھتے ہیں
یہ قابل رشک گلہڑی ...... کوئی اور نہیں ...... خود کاتب حروف ہے
جو بچپن میں چاروں ہاتھ پاؤں سے چلا کرتا تھا

ماں باپ...... خاندان کے لوگ
اسے پیار سے...... گلہڑی کہا کرتے تھے

☆

'کل'
تم نہیں تھے
'آج' ہو...... پھر کل؟...... نہیں رہو گے
تو تم صرف 'آج' ہو...... تمہارے ہاتھ میں صرف 'آج' ہے
'آج' کی قدر کرو
'کل'...... تم بچہ تھے
'آج'...... جوان ہو...... پر کل؟...... نہیں رہو گے
تو تمہاری جوانی...... صرف 'آج' ہے
جوانی کی حفاظت کرو
غور کرو!
زندگی صرف 'آج' ہے
جوانی صرف 'آج' ہے
دیکھو!
اس ایک 'آج' کی زندگی اور جوانی میں
خدا کی عبادت بھی کرنی ہے
خدا کی بندگی خدمت بھی

☆

مغل سرائے میں بیٹھا...... بریلی جا رہا تھا...... ٹکٹ تھا جنرل کا
جا گھسا تھا سلیپر میں...... ایک کمپارٹمنٹ میں چھ ہی برتیں ہوتی ہیں
چھ لوگ تھے بھی...... میں ساتواں تھا...... ٹرین نے چنگھاڑ ماری...... رینگنے لگی
پھر چل پڑی...... جس رفتار سے وہ چل رہی تھی...... قریب کا منظر پیچھے بھاگ رہا تھا
میرا دل دھڑک رہا تھا...... کیوں کہ ٹکٹ جنرل کا تھا...... ٹی سی آیا
دھڑکن تیز ہوگئی...... پانچ چپ تھے...... چھٹے نے کہا...... ''رہنے دیجئے، بچہ ہے''
اس چھٹے کا برتھ تھا، سب سے اوپر...... برتھ پر سفید چادر صاف ستھری...... سائڈ میں
تانبے کا لوٹا...... زنّار...... جنیو...... مالا...... اور کوئی ایک کتاب تھی
اس نے اشارے سے کہا:...... ''اوپر بیٹھ جاؤ'' کھانے کا وقت ہوتا...... تو وہ مجھے
پوچھتا...... اس کا کھانا، اس کی تھیلی میں تھا...... رات ہوئی...... تو سب سونے کی
تیاری کرنے لگے...... میں نے نیچے اترنے کو سوچا...... انہوں نے کہا:
''تم میرے بستر پر سو جاؤ، میں مالا جپوں گا''...... سب سو گئے...... میں بھی دراز ہو گیا
وہ جنیو لگائے مالا جپتے رہے...... بارش ہوتی رہی
صبح ہوئی...... تو سامنے بریلی جنکشن تھا...... مسافر آنے، جانے میں مصروف تھے
میں در و دیوار تک رہا تھا...... موسم کی پہلی بارش نے بریلی کی گلیوں کو بھر دیا تھا
پانی بہہ رہا تھا...... اسٹیشن سے خواجہ قطب روڈ تک...... رکشا کم...... تانگے والوں کی
چاندی ہوگئی تھی...... انہوں نے پوچھا:...... ''کبھی بریلی آئے ہو''...... میں نے کہا 'نا'
تب انہوں نے یکّا لیا خود بیٹھے...... مجھے بٹھایا...... تانگا جا رہا تھا
میں پہلی بار...... نہائے ہوئے، بھیگے ہوئے...... بریلی کی بہاریں دیکھ رہا تھا
اندر سے دل دھک دھک کر رہا تھا...... کہ یہ شخص مجھ پر اتنا مہربان کیوں ہے؟

ایک مسجد کے دروازے پر تانگا رکا...... ہم دونوں ساتھ اترے...... نماز فجر ہو چکی تھی
نمازی جا چکے تھے...... کہنے لگے:...... ''یہ مسجد رضا ہے...... یہ ہے بڑے
مولینا اعلیٰ حضرت کا مزار...... ہم یہاں ہر ہفتہ درشن کرتے ہیں......اور یہ ہے
آفس تھوڑی دیر میں لوگ آجائیں گے...... جب تک تم مسجد میں بیٹھ جاؤ''
پھر وہ اسی تانگے سے اپنے گھر روانہ ہو گیا
یہ تھا بریلی کا برہمن
یہ کوئی بیس بائیس برس پہلے کی بات ہے

☆

آئینہ...... روزمرہ استعمال میں آتا ہے...... تم اسے ناک منہ سے چپکا لو
یا ذرا زیادہ فاصلے پر رکھ چھوڑو...... تو وہ تمہیں تمہاری صورت نہیں دکھلائے
گا...... ضروری ہے اس سے قدرے دور...... قدرے قریب رکھا جائے...... پھر اس سے
بھرپور فائدہ اٹھاؤ
ٹھیک یہی مثال ہے دنیا کی...... نہ اسے دل میں بساؤ نہ اس سے دور بھاگو
بھاگ جانا...... زہد و تقویٰ کی علامت نہیں
ہاں!...... ہلاکت ضرور ہے دل میں بسا لینا
غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:
دین کو دل میں رکھو
اور دنیا کو مٹھی میں
چلو تم!
ذرا سوچ کر
ذرا سنبھل کر

☆

مرغیاں چنتی ہیں...... آہار...... گھر دوار میں...... کوڑے کرکٹ میں
بھونسوں میں...... خالص وخراب...... خوراک وراکھ...... بھلے برے
کی تمیز کرتی ہیں وہ...... چونچ کھولے ہوتے ہیں...... خالص...... خوراک اٹھا کر
ان کے منھ میں ڈال دیتی ہیں...... جاری رہتا ہے مرغیوں کا یہ عمل
ڈربے سے نکلنے سے سرمئی شام تک...... من الصباح الی المساء
صبح سے شام تک...... ہر روز
کوے...... چیل...... باز...... سکڑے کی چھپٹ...... یا کسی انہونی بلا
کی آہٹ پاتے ہی...... پھیلا دیتی ہیں وہ اپنے پروں کو...... چوزے سب سمٹ
آتے ہیں...... یوں مرغیاں اپنے بچوں کی حفاظت کرتی ہیں
علماء، خطباء، ائمہ کی مثال...... مرغیوں کی سی ہے
مسلم معاشرے کے عام افراد چوزے ہیں
اے!...... محراب ومنبر کے وارثو!
حریم علم وخطاب کے بلند منارو!!
شکستہ کشتی دیں کے ناخداؤ!!!
یہ معاشرہ...... بدحال ہے...... زبوں حال ہے
پریشان ہے...... نڈھال ہے
اسے تلقین کرو...... لقمہ حلال کی
اسے تحفظ دو...... بلاؤں سے

☆

چلچلاتی دھوپ میں ...... کسان نے ہل چلایا...... کھیت جوتا

تیار کیا...... بیج ڈالا...... کھیتی اگائی...... نرائی کی ...... پک کر کھیتی تیار ہوئی

فصل کاٹی...... کھیت سے کھلیان لایا...... شہر لے گیا

بھاؤ ملا...... بیچ دیا...... دام کھرے کئے...... سر میں کیا سودا سمایا

شہر کی عشرت و شہوت میں ڈوب گیا

نشہ ہرن ہوا...... تو دیہات لوٹا...... زمیندار نے کہا: حساب چکاؤ

حساب وکتاب تو کیا چکاتا...... غبارے سے ہوا نکل گئی...... زمیندار نے زمین چھین لی

اوپر سے تاوان (جرمانہ) عائد کردیا...... کسان کا منہ کُھلا کا کُھلا رہ گیا

دولت والو!

اقتدار والو!

یہ دولت واقتدار تمہارے ہاتھوں چند روز کی امانت ہیں

کان لگا کر سنو!

تم سے بھی اس امانت کا حساب لیا جائے گا

دیکھو کسان کی حالت زار سامنے ہے

عبرت لو

عبرت پکڑو

☆

کھلواڑ!...... کھلواڑ!!...... کھلواڑ!!!

ہاں!...... یہ کھلواڑ ہے...... مذاق ہے...... مرعوبیت ہے...... یا تو عدم علم کا
ثبوت ہے...... یا خود بینی وخود فریبی کی دلیل
۱۰x۱۰ کا حجرہ...... ۲۰x۲۰ کا سائبان...... ۳۰x۳۰ کی گیلری...... یا مسجد کی چھت
۴۰x۵۰...... نام ہے...... جامعہ، دارالعلوم...... عربی یونیورسٹی
تعلیم...... صرف ناظرہ...... یا درجہ حفظ
عربی چھوڑ...... اردو آتی ہے نہ املا...... فقہ آتی ہے نہ افتاء
یہ بھی نہیں معلوم کہ مفتی کا مادہ کیا ہے...... یا اس کی تعلیل کیا ہوگی
بنتے ہیں...... علامہ دہر...... مفتی زمن...... بحرالعلوم...... جھیل العلوم سمندر العلوم
لیاقت...... 'میزان ونحو میر' شاید سمجھ سکے...... 'قانون شریعت' سے مسئلہ شاید بتا سکے
بولنا نہیں آتا...... لقب ہے...... طلیق اللسان...... فصیح البیان...... مقرر دوراں
خطیب اعظم...... علم واخلاق میں انتہائی بونے...... القاب چننے میں
انتہائی سیانے
اشتہارات میں نام...... دمدار ستارے کی طرح...... لگتا ہے ابن آدم سے
حضرت آدم تک پورا کا پورا شجرہ ہے...... نسب نامہ
اناؤنسر کی بانگ...... جگر پھاڑ...... مقرر کی گھن گھرج...... فلک شگاف مجمع کی نعرہ
بازی...... پہاڑ توڑ...... چیخ وچنگھاڑ...... لگے کہ دم کے دم میں کفر وشرک کی دیوار
گرا ڈالیں گے...... پل کے پل میں باب خیبر تو نہیں
باب اسرائیل اکھاڑ پھینکے گے...... آن کے آن میں قصر ابیض White
house سرنگوں ہوجائے گا...... موقع پاکر...... دم دبایا...... پاؤں
سر پر...... نو دو گیارہ......
جوش وجذبات...... غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے...... خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے

......اذان ہوتے ہی ...... پنڈال خالی ...... میدان صاف ...... اب دیکھو تو ......
عبادت گاہیں ...... ٹکر ٹکر تکتی ہیں ...... خواب گاہیں ...... خراٹے لیتی ہیں
مسجدیں، سنسان ...... آرام گاہیں، آباد
اللہ اللہ! کیا یہ کھلواڑ نہیں؟ کیا یہ مذاق نہیں؟؟
لغت کے معزز الفاظ ...... مؤقر القاب
قوم کے پاکیزہ جذبات ...... پوتر احساسات
زخمی زخمی ہیں ...... رسوا رسوا ہیں ...... نڈھال ہیں ...... لہولہان ہیں
دامن تار تار ہے ...... گریبان چاک چاک ہے ...... سینہ داغ داغ ہے

ع ہمہ تن داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

آہ! کوئی مسیحا نہیں ...... جو مرہم پٹی کرے ...... کوئی ہم درد نہیں ...... جو دوائے دل کرے
......کیا کوئی دارالافتاء بھی نہیں ...... جو فتویٰ صادر کرے
علم واخلاق کے پیکروں ...... زہد وتقویٰ کے شہبازوں ...... عزم وعمل کے شاہینوں کے قد رعنا، قامت زیبا پر ...... کوئی سی بھی قبا راست آئے گی پر اس سے وہ بے نیاز ہیں
چڑیل کو مہ جبین، ماہ لقاء، بنا کر پیش کرو ...... تو کون مانے گا؟

☆

نہایت نیک سیرت ...... پاک باطن ہے وہ ...... نماز پڑھتا ...... تلاوت کرتا

اوراد ووظائف میں رہتا ...... روزے رکھتا ...... بڑی راتوں میں انہماک سے عبادتیں کرتا ...... دوسروں کو نماز روزے سکھاتا ہے ...... یعنی دین پرست ہے وہ دین پسند ہے وہ ...... چہرہ پر سنت رسول سجی ہے ...... سنتوں سے بڑا پیار ہے اسے

سنتوں کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہتا اب وہ محلے میں ہے، تو 'مُلاّ' ...... مسجد میں ہے
،تو 'مُلاّ' ...... بازار سے گزرے، تو 'مُلاّ'
یار دوستوں میں ہے، تو مُلاّ' ...... سیٹھ کی آفس میں بھی وہ ......لفظ 'مُلاّ' سے ہی
پکارے جاتے ہیں ...... مطلب یہ ہوا ...... جو نماز پڑھے ...... روزہ رکھے
ڈاڑھی رکھے ...... دین اپنائے ...... دین پر چلے ...... دین کی بات بتائے
منہیات سے رُوکے ...... منکرات پرٹوکے ...... شریعت وسنت کی تلقین کرے
وہ ہے 'مُلاّ' اور اس کی بیوی مُلاّئن ...... اور جو کچھ نہ کرے ، نہ رکھے وہ
ہے ''سچا مسلمان''
یہ ہے اندازِ فکر ...... ہمارے روشن خیال سماج کا ...... دولت مند بلاک کا
بڑی دل لگی بات کہی ہے، ڈاکٹر محمد اقبال نے ''جو قوم غلام ہوتی ہے دین ناآشنا ہوتی ہے
اس کا اندازِ فکر بدل جاتا ہے'' ...... واقعی بدل جاتا ہے ...... ورنہ وہ اپنے ہی دین
کا مذاق نہ اڑاتے ...... وہ، جو قابل تعظیم واطاعت تھا ...... اسے یوں حقیر و بے توقیر نہ
گردانتے ...... اپنی فکر نہ بدلتے ...... اپنی تہذیب نہ ٹھکراتے ...... لفظ 'مُلاّ' کبھی بہت
باوقار لفظ تھا، آج بھی ہے ...... علم ہوتا، تو اس کی یوں درگت نہ بناتے ...... روشن
خیالو! ...... دولت مندو!! ...... اس اندازِ فکر کی ...... تمہیں اصلاح کرنی چاہئے

☆

درخت ہیں ...... پودے ہیں ...... رنگ برنگ پھولوں کے ......
خوش رنگ و خوش آواز چڑیوں کی چہچہاہٹ ہے ...... نہانے کے لئے سوئمنگ
پل ...... کھیل کود کے لئے
وسیع وعریض میدان ...... ورزش کے لئے جیم خانہ ...... تقریبات کیلئے کمیونٹی ہال

علمی ذوق کی تسکین کے لئے لائبریری...... عبادت کے لئے عالی شان مسجد......
رہائش کے لئے...... ایک طرف قرینے سے بنے ہوئے مکانات ومحلات...... مضبوط
ومستحکم چہاردیواری...... صدر دروازہ محض ایک...... بائس ایکڑ زمین پر محیط......
یہ ہے فصیل بند جدید سہولیات سے مزین مہدی باغ کالونی...... جو شہر ناگپور کے
شمال مشرقی علاقہ میں واقع ہے

یہ کالونی ۱۸۹۲ء میں بنی...... بانی تھے عبدالحسین...... ایچ ایم خان بہادر نے اس کی
تعمیر وآرائش میں تاحد ثریا سعی وکاوش کی...... عبدالحسین داؤدی' بوہرا برادری کے
ایک حساس وہوشیار نوجوان...... جس نے اپنی جماعت بوہرہ کے مظالم سے تنگ آ کر
ایک نئی جماعت بنائی...... نام دیا ''اتباع ملک''...... خود ہی اس کے ملک اول
منتخب ہوئے...... ۱۸۹۰ء کی بات ہے یہ...... اس نومولود جماعت میں
محض بائس افراد شامل تھے...... ان میں ایچ خان بہادر کا نام اہمیت کا حامل ہے

ایچ ایم بہادر کا نام، غلام حسین تھا...... لقب بدرالدین...... گجرات کے شہر 'سورت'
میں ۱۹ر جولائی ۱۸۵۷ء کو پیدا ہوئے...... ان کے والد میاں خان 'سورت' سے 'ممبئی'
جا بسے تھے...... 'فورٹ' کے علاقہ میں مطب کرتے تھے
حکیم سورتی سے مشہور تھے

عبدالحسین کی نومولود کی جماعت کو...... بمبئی کے نامساعد حالات کا سامنا تھا
دل برداشتہ ہوکر نئے بال وپر کا...... یہ نیا قافلہ ''ویرار'' میں خیمہ زن ہوا...... جو ممبئی سے
قریب ساٹھ کلومیٹر ہے...... ''ویرار'' کا قیام بھی ''اتباع ملک'' کو سکون دوام نہ دے
سکا تو ۲۷ مارچ ۱۸۹۲ء کو...... یہ جماعت ناگپور ہجرت کر گئی...... جماعت کے پیشوا
عبدالحسین کا ۲۶ دسمبر ۱۸۹۹ء کو وصال ہو گیا...... تو ایچ ایم خان بہادر ملک دوم
کی حیثیت سے مسند خلافت پر بیٹھے

ایچ ایم خان بہادر کو تعلیمی، سماجی، ملی، فلاحی کاموں سے بڑی دل چسپی تھی

وہ تحریک علی گڑھ سے حد درجہ متاثر تھے......سرسید کے خیالات و نظریات کے امین ومحافظ ناگپور واطراف سے......انہوں نے تیس ہزار کا چندہ علی گڑھ تحریک کو مہیا کرایا

مسلم یونیورسٹی کی تجویز پہلی بار ناگپور میں ہی پاس ہوئی......صاحبزادہ آفتاب احمد خان نے یہ تجویز پیش کی......ایچ ایم خان بہادر تائید کرنے والوں میں سرفہرست تھے انہیں کی کوشش وخواہش سے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا یہ اجلاس ۲۷ تا ۲۹ دسمبر ۱۹۱۰ء کو ناگپور میں منعقد ہوا تھا......تحریک علی گڑھ کے لئے انہوں نے رنگون وڈھاکا تک کا سفر کیا وہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کئی اہم عہدوں پر فائز بھی تھے۔

ندوۃ العلماء......غیر منقسم ہندوستان کی سب سے بڑی تیسری تعلیمی تحریک تھی ایچ ایم ملک نے بذات خود ندوہ کا دورہ کیا......معائنہ کیا......حالات کا جائزہ لیا اس کے ناظم واساتذہ اور ذمہ داروں سے ملے......پھر انہوں نے ارباب ندوہ کو ناگپور میں انعقاد اجلاس کی دعوت دی......ندوہ کا یہ سترہواں اجلاس تھا......جو ۲۹ تا ۳۱ مارچ ۱۹۱۸ء کو زیر صدارت......مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی ناگپور میں منعقد ہوا تھا سید حکیم عبدالحئیؒ ناظم ندوہ......سید سلیمان پھلواروی......سید سلیمان ندوی بطور خاص شرکاء میں تھے......ناظم ندوہ سید عبدالحئیؒ کی لکھی ہوئی سالانہ رپورٹ......غلام محمد شملوی نے پڑھ کر سنائی

اس کی تفصیلات......ندوہ کی روداد ہفدہم (سترہویں روداد)......ملتی ہیں صفحہ ۸ پر ایم ایم ملک کا تذکرہ وشکریہ......بطور خاص ادا کیا گیا ہے

ندوۃ العلماء پر عقیدہ کا الزام تھا......اس کے اراکین واساتذہ اس الزام میں ملوث تھے علم وحکمت اور فہم وفراست کے حاملین کا کہنا تھا......کہ ندوۃ دین کی شناخت اور اس کے امتیاز کو ملیامیٹ کررہا ہے......اہل سنت کے شعائر کو ڈائنامیٹ کررہا ہے مذکورہ تفصیل سے اس الزام کو تقویت ملتی ہے

☆

بڑی حسین وحزین ...... رنگین وغمگین ہے ...... خوابوں کی وادیاں

سپنوں کے جزیرے ...... ان وادیوں کی سیر ...... ان جزائر کی سیاحت کرنا چاہئے

خواب آنا چاہئے ...... سپنے دیکھنا چاہئے ...... خوابوں کی حقیقت حق ہے

سپنوں کی صداقت ثابت ہے ...... نفسیات کے ماہرین چاہے، جو کہیں

شیخ نور محمد نے خواب دیکھا ...... بڑا پیارا، انوکھا ...... حسین ودلپذیر خواب

نور محمد کا نصیب جاگ اٹھا ...... جب ان کی گود میں آ بیٹھا ...... ایک سفید براق کبوتر،

کبوتر کی آمد ایک اشارۂ غیبی تھا ...... شیخ کے گھر لڑکا تولد ہونے کا ...... محمد اقبال

اس خواب کی تعبیر بن کر پیدا ہوئے ...... یہی اقبال بعد میں ...... ترجمان حقیقت

حکیم الامت ...... مسیحائے قوم ...... عاشق رسول ...... سفیر اسلام ...... عظیم شاعر

نامور مفکر ...... قد آور فلاسفر ...... علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کہلائے

...... وہ ایک کھلا میدان تھا ...... وسیع وعریض ...... لوگوں کے انبوہ سے

...... کچھا کچھ بھرا ہوا ...... فضا صاف شفاف ...... تیرتا، غوطہ لگاتا ہوا کبوتر

...... اٹھکھیلیاں کرتے ...... کبھی سوا نیزہ پر آتا ...... کبھی انسانی سروں تک آ پہنچتا

جم غفیر کا ہر فرد چاہتا ...... پکڑ لے ...... بے شمار ہاتھ اٹھا جاتے ایک ساتھ

وہ پلٹ کر اڑان بھر لیتا

...... پھر فضاء کی وسعتوں میں ڈوب جاتا ...... اس انبوہ سے الگ ...... شیخ نور محمد یہ تماشہ دیکھ رہے تھے ...... ان کی مضطرب ومتجسس آنکھیں ...... کبوتر کا طواف کر رہی تھیں

...... فضا میں ارتعاش پیدا ہوا ...... یکا یک کبوتر نے قلابازیاں کھائیں ...... بڑی تیزی سے نیچے آیا ...... اور دیکھتے ہی دیکھتے ...... شیخ کی گود میں بیٹھ گیا ...... وہ پھڑک اٹھے ان کی نگاہیں وفور مسرت سے چمک اٹھیں ...... شور شرابے سرد ...... افراتفری ختم

فضا خاموش...... سکوت چھا گیا دفعتہً...... اب میدان میں اکٹھے لوگ...... شیخ نور محمد
کو مبارک باد دینے لگے: ''مبارک باد ہو شیخ صاحب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اقبال عطا کیا ہے''
اس عنایت خداوندی پر...... شیخ کا دل بلّیوں اچھل پڑا تھا
آنکھیں چھلک پڑی تھیں...... قریب سے آواز آ رہی تھی...... اللہ اکبر اللہ اکبر
شیخ نے کبوتر کو گود میں لیا...... مسجد پہنچے، نماز پڑھی، تعبیر پوچھی...... تو...... انہیں جواب ملا
''شیخ نور محمد صاحب! یہ اشارۂ غیبی ہے...... جس کا مطلب ہے کہ آپ کے یہاں
ایک بیٹا پیدا ہوگا...... جو اسلام کی خدمت میں اپنا نام پیدا کرے گا'' یہ ایک خواب تھا
ڈاکٹر محمد اقبال اس کی حسین تعبیر تھے...... پیدائش سے چند روز پہلے کی یہ بات تھی
۳ رذی قعدہ ۱۲۹۴ھ / ۹ رنومبر ۱۸۷۷ء...... سید الایام جمعہ کا مبارک
دن تھا...... تاریکی رخصت...... اجالے پھوٹ رہے تھے...... فجر کی صدائے اذان
سے ''سیال کوٹ'' کی فضا گونج رہی تھی...... نور محمد نماز کے لئے اٹھے تو......
ان کے خواب کی تعبیر ان کے سامنے تھی...... ان کا چھوٹا سا گھر اس چراغ سے روشن تھا
جس نے اپنے وقت میں...... عالم کو چمکا دیا...... نور محمد مسجد گئے...... نماز پڑھی
واپس آئے...... نومولود کے کان...... میں آذان کہی...... اور یوں گویا ہوئے:
''اے میرے فرزند! تیری آمد کا اشارہ مجھے دیا گیا تھا...... اگر تو وہی
اشارہ ہے...... تو تیرا نام محمد اقبال رکھتا ہوں...... اللہ تیرا اقبال ہمیشہ بلند رکھے!

☆

چاند اتر رہا تھا

چاند تو چاند ہے...... اس کا اترنا کیسا؟
ہاں!...... وہ اتر رہا تھا...... آسمان سے زمین کی طرف...... اس کا حجم زمین سے کئی گنا بڑا تھا
جوں جوں نیچے آ رہا تھا...... اس کا حجم گھٹ رہا تھا اور اس کی روشنی بڑھتی جا رہی تھی

شدید سے شدید تر ...... پھر وہ اتنا مختصر ...... چھوٹا سا ہو گیا
کہ با آسانی امام احمد رضا کی آغوش میں سما گیا
یہ ایک خواب تھا ...... جو امام احمد رضا نے دیکھا تھا ...... معبر الرویا تھے وہ
خواب کی تعبیر سمجھ گئے ...... فی الفور وضو کیا ...... دوگانہ شکرانہ ادا کیا
دونوں رکعت میں ...... 'سورۂ رحمٰن' کی تلاوت کر ڈالی ...... نماز ہوئی
دعاء پڑھی ...... نوزائدہ کا نام تجویز کیا: ...... آل رحمٰن'
۲۱، ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کی درمیانی شب تھی ...... امام احمد رضا 'مارہرہ مطہرہ
میں تھے ...... 'مارہرہ' کا میخانہ پیر خانہ ہے ان کا ...... یہ وہاں کے مے کش تھے
وہ میخانہ بھی ان پر نثار تھا ...... یہ سپنا انہوں نے وہیں دیکھا تھا ...... نماز ظہر
ہوئی ...... 'مسجد برکاتی' ...... کی سیڑھی سے ...... امام العارفین قدوۃ السالکین سید
شاہ ابوالحسین احمد نوری اور امام احمد رضا ہمراہ اتر رہے تھے ...... تاجدار مارہرہ نے فرمایا:
''مولٰینا صاحب!'' آپ بریلی تشریف لے جایئے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک مبارک
فرزند عطا فرمایا ہے ...... ''نومولود کا نام آل رحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی رکھنا''
''میں بریلی آکر اپنے بیٹے کی روحانی امانتیں اس کے سپرد کردونگا''
امام احمد رضا گھر پہنچے ...... تو فرزند نوزائیدہ سامنے تھے ...... مکھڑا
چاند کا ٹکرا ...... سچ مچ چاند سا ہی تھا ...... آنکھ کی ٹھنڈک کو سینے سے لگایا۔
اور پیشانی چوم کر بولے: ...... ''خوش آمدید ...... ولی کامل''
اس ولی کامل کا عرف تھا ...... محمد مصطفٰی رضا ...... لقب تھا ...... مفتی اعظم
اُس خواب ...... اس بشارت کا ...... ظہور کچھ یوں ہوا ...... کہ ان کی شہرت
ومقبولیت، بحر و بر کی ...... بے کران وسعتوں میں ہونے لگی
وہ بساط عالم پر چھا گئے

☆

دشمن!

ہاں!......وہ دشمن ہے......غاصب ہے......ظالم ہے

سات سمندر پار سے آیا ہے

ان سے تعاون مت کرو......ان سے موالات مت کرو

دشمن کی ہر چیز دشمن ہے......اس کا استعمال مت کرو

اس کا مکمل بائیکاٹ کردو

یہ آواز تھی پیغام تھا......تحریک تھی......کانگریس کی......اس کے بانی

وقائد گاندھی جی کی......بات بڑی معقول تھی......کیا ہندو کیا مسلم

ایں قدر وآں قدر......سب ایک زبان ہو گئے......ہندو مسلم اتحاد قائم ہو گیا

تحریک چل پڑی

امام الہند......شیخ الہند......قیام الملت......محمد علی جوہر

شوکت علی سب کے سب......تحریک ترک موالات

تحریک عدم تعاون کا پرچم ہاتھوں میں نہیں......سینہ وسر پر لئے......میدان میں آ گئے

جامع مسجد دہلی......دارالعلوم دیوبند......خانقاہ فرنگی محل، لکھنؤ......اس قابل

رشک اتحاد کے خاص پڑاؤ تھے......مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

دارالعلوم دیوبند......کانگریس کا مرکز تھا......سیاسی سرگرمیوں کا محور تھا

محمود حسن دیوبندی......اس وقت شیخ الحدیث تھے......شیخ الہند بن گئے تھے

شیخ الحدیث کے دار الحدیث میں ...... اب حدیث نہیں ...... کانگریس کا قصیدہ
اور گاندھی کا خطبہ پڑھا جاتا تھا ...... دار العلوم کی فضا مسموم ہو گئی
نظام تعلیم چوپٹ ہو کر رہ گیا

انگریز کی عداوت ...... علماء کی قیادت ...... زعماء کی ہدایت
جوش و جذبات کی زور آور لہر ...... چار سو دوڑ گئی ...... وطن کی محبت پر ...... دین قربان
ہونے لگا ...... شریعت نچھاور ہونے لگی ...... قرآن و اسلام نثار ہونے لگا
دستار و لنگوٹ ...... تسبیح و زنار ...... ہلال و ترشول ...... قرآن و رامائن
سب گڈمڈ ہو کر رہ گیا

اس نازک موڑ پر ...... 'نینی تال' میں ...... 'کوہ بھوالی' ...... حرکت میں آ گیا
اس کی حرکت متحدہ ہندوستان کے طول و عرض میں محسوس کی گئی ...... یہ احساس
دلایا تھا فہیم و فریس صاحب فراش ...... امام احمد رضا نے ...... جوان دنوں
''کوہ بھوالی'' میں بغرض علاج قیام پذیر تھے

ان کا کہنا تھا ...... انگریز بلا شبہ دشمن ہے ...... غاصب ہے ...... ظالم ہے ......
سات سمندر پار سے آیا ہے ...... ضروری ہے اس سے ترک موالات کیا جائے
ترک تعاون کیا جائے ...... اس کی مصنوعات کا بائکاٹ کیا جائے ...... یہی نہیں، اس
کی حکومت ...... اس کی حکمت ...... اس کی پالیسی ہی کیا ...... اس کی زبان
تہذیب، لباس، وجود، ادا، حتیٰ کہ سایہ تک کو نگاہ نفرت سے دیکھنا چاہیے
پائے حقارت سے ٹھکرا دینا چاہیے ...... اس کے ناپاک وجود سے زمین ہند پاک ہونا چاہیے
خاک ہند کی حریت کسے پسند نہیں ...... خطۂ ہند کی آزادی کسے عزیز نہیں
حریت ہند کی دعوت کسے قبول نہیں ...... تحریک آزادی کی آواز کسے منظور نہیں

وہ دل، دل ہی کیا...... جس میں وطن کی محبت نہ ہو

وہ زبان، زبان ہی کیا...... جو وطن عزیز کا ترانہ نہ گائے

وہ سر، سر ہی کیا...... جس میں ملک کی عزت کا خمار نہ ہو

وہ مرد، مرد ہی کیا...... جو قوم کی ناموس پر نہ مر مٹ سکے

یہ سب کچھ بہ سر و چشم قبول...... جان و دل سے منظور، بہرنوع تسلیم

پر یہ ہرگز درست نہیں...... آزادیٔ وطن کی خاطر خود اسلام سے آزاد ہو جائیں

پر یہ ہرگز گوارا نہیں...... آزادیٔ ملک پر قرآن و اسلام نثار کر دیں

پر یہ قطعاً منظور نہیں...... تحریک حریت پر دین و حدیث بھینٹ چڑھا دیں

پر یہ یقیناً تسلیم نہیں...... عظمت وطن پر عظمت اسلام قربان کر دیں

پر یہ ہرگز ممکن نہیں...... اسلامی اصول، قرآنی آئین، دینی قانون سے بغاوت کر جائیں

یہ دستار و لنگوٹ کی دوستی...... تسبیح و زنار کا ملاپ...... ہلال و ترشول کا ملن

ایک ہی رتھ میں قرآن و رامائن کی بارات...... یہ جامع مسجد کا منبر

گاندھی جی کا خطاب یہ علماء کی زبان...... گاندھی جی کا خطبہ...... یہ زعماء کی زبان

کانگریس کا قصیدہ...... یہ نالہ و شیون...... یہ قشقہ و چندن...... یہ جے جے......

یہ ہاہاکار...... کہیں تو وہ مذکر من اللہ ہے...... کہیں تو وہ نبی ہوتے...... اگر نبوت کا

باب بند نہ ہو جاتا (معاذ اللہ!)

کیا یہی حرمت اسلام ہے؟...... کیا یہی عزت قرآن ہے؟...... کیا یہی مذہبی اصول ہے؟

کیا یہی دینی قانون ہے؟...... کیا یہی شعائر اسلامی ہیں؟...... اور کیا یہی ہے روح شریعت؟

جان حدیث؟...... قوم مسلم کا دستور و منشور؟...... حیف صد حیف

وہ عدو اسلام ہے...... تو یہ؟...... رفیق و یار

وہ دشمن دین ہے......تو یہ؟......ہمدرد وہمنوا
وہ بدخواہ مسلم ہے......تو یہ؟......مونس وغمخوار
وہ ظالم وغاصب ہے......تو یہ؟......منصف ومہربان
وہ ہوں یا یہ......اُن سے اِن سے ہمیں کیا غرض؟......دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں......ذراسی تبدیلی کے ساتھ......مکھوٹے الگ ہیں
سکہ ایک ہے......رنگ انگ کے رخ ہیں......ہم صرف خدا اور سول کے ہیں
خدا اورسول ہمارا حافظ وناصر ہے
دین وشریعت اٹل ہے......مذہب وحدیث بے بدل ہے......
تم خدا کا بن کر رہو......خدا ہی تمہارا بہترین کفیل ووکیل ہے......حالات کو سمجھا کرو جذبات میں مت آؤ
دیکھو!
تمہارے پل بھر کی غلطی کی سزا......نسل مسلم کو صدیوں بھگتنا پڑے گی......زمین ہند ہماری ہے......آزادی ہمارا حق ہے......ہم اس کے سچے وارث ہیں
جدوجہد جاری رکھو......پر تا حد شریعت، وبس!
سچی بات تو یہ ہے......تحریک ترک موالات......ترک تعاون......ہندو مسلم اتحاد ایک پرفریب آڑ ہے......دھوکے کی ٹٹی ہے......اصل مقصد سوراج کا حصول ہے
یہ تھی ایک صاحب فراش فریس مومن کی مومنانہ فراست وسیاسی بصیرت
اور یہ ہے آج کا ہندوستانی ماحول......جسے آج......امام الہند وشیخ الہند کے جانشین اور ساری دنیا......ماتھے کی کھلی آنکھوں سے دوپہر کی دھوپ میں دیکھ رہی ہے
''المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ''......اس قضیہ کی مشہور تصنیف

معروف ریکارڈ ہے...... جو ''کوہ بھوالی'' کی تاریخی یادگار ہے...... یہ تصنیف بتاتی
ہے مصنف بیمار تھے...... ان کا ذہن بیمار نہیں تھا...... وہ مریض تھے...... ان کی فکر
مریضانہ نہیں تھی...... وہ علیل تھے...... ان کا شعور علیل میں نہیں تھا......
وہ بوڑھے تھے...... ان کی سوچ...... ان کی بصیرت...... ان کا تدبر...... ان کا تفکر
ان کا قلم...... ان کا حافظہ...... ان کی یادداشت...... ان کی دوربینی ودوراندیشی
بوڑھی وکوری نہیں تھی

حیرت انگیز بات ہے...... ان کا ذہن ودماغ...... تفکر وتدبر
عزم وحوصلہ...... مذہبی علم وعرفان...... سیاسی شعور ووجدان...... کبھی ضعیف
بیمار، غائب نہیں ہوا، ہمیشہ نیا، تازہ، جوان' حاضر تھا، حاضر ہی رہا
ان کی تحریر...... تائید میں ہو یا تردید میں...... ان کے تبحر علمی کا پتا دیتی ہے
ان کی تحریروں میں گو...... ردو نکیر کا عنصر نمایاں ہے...... پر جب ان کا قلم
اثبات کی طرف رخ کرتا ہے...... تو اسے پرزور دلیل وبرہان کے لعل وگہر سے
مزین کردیتا ہے...... اُن کی ان صلاحیتوں کا...... اعتراف دنیا کرتی ہے
مذکورہ تصنیف ہی ان کی علمی گہرائی...... سیاسی زاویہ نگاہ کا کھلا ثبوت ہے......

طوفان آتا ہے...... تباہی چھوڑ جاتا ہے...... پر جو طوفان کے
تیور کو سمجھتا ہے...... محفوظ رہتا ہے...... آندھی آتی ہے...... ہلاکت پھیلاتی ہے
پر جو آندھی کے رخ کو جان لیتا ہے...... بچ نکلتا ہے...... الہڑ وانجان ملاح
کشتیاں ڈبودیتا ہے...... پر جو دریا کی طغیانی بھنور، مدوجزر سے واقفیت رکھتا ہے
کشتیاں غرقاب ہونے نہیں دیتا...... پار لگاتا ہے...... پار اتارتا ہے
۱۹۱۸ـ۲۱ء کا دور کتنا طوفانی...... کتنا برفانی...... کتنا جذباتی تھا

کیسی کیسی آندھیاں آئیں ...... کیسا کیسا طوفان برپا ہوا ...... کیسی کیسی طغیانیاں اٹھیں تاریخ سے شغف رکھنے والے ...... اچھی طرح جانتے ہیں ...... اس طوفان بلاخیز میں امام احمد رضا ...... سنگ و آہن کی دیوار نہ بن جاتے ...... تو یہ قوم تباہ ہو جاتی ...... بے قابو جذبات کی سرکش لہروں میں ...... امام احمد رضا ناخدائی نہ کرتے ......

تو دین حنیف کی کشتی ڈوب چکی ہوتی ...... بالیقین وہ طوفان کے تیور ...... آندھی کے رخ ...... دریا کے مدوجزر سے کامل واقفیت رکھتے تھے ...... قوم وملت ...... دین و شریعت کی کشتی کو پار لگایا ...... پار اتارا ...... تاریخ شاہد ہے ...... تصانیف و بیانات موجود ہیں ...... حوادث وحالات گواہ ہیں۔

......☆......☆......



محمد

مصنف ایک نظر میں

محمد شرافت حسین رضوی پورنوی

نام: غلام جابر

قلمی نام: شمس مصباحی پورنوی

ولدیت: قاضی عین الدین رشیدی

پیدائش: ۱۸/اپریل ۱۹۷۰ء

مقام ولادت: قاضی ٹولہ، ہری پور، امور، پورنیا، بہار

تعلیمی لیاقت:

☆ وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی، عالم، مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ، بہار

☆ منشی، منشی کامل، عالم، فاضل، عربی فارسی بورڈ، الہ آباد، یوپی

☆ ادیب ماہر، ادیب کامل، جامعہ اردو، علی گڑھ، یوپی

☆ عالم، فاضل، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

☆ عالم، فاضل، جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف، یوپی

☆ ایم۔اے، اردو، مگدھ یونیورسٹی، بودھ، گیا، بہار

☆ پی۔ایچ۔ڈی، بہار یونیورسٹی، مظفرپور، بہار

موجودہ مشغلہ: درس وتدریس، تصنیف واشاعت، دعوت وتبلیغ

قلمی خدمات:

(۱) مسلکِ مختار (فکر رضا کے حوالے سے) ادارۂ افکارِ حق، بائسی، پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۲) فضائل رمضان وتلاوت (ہندی) ادارۂ افکارحق، بائسی، پورنیہ، بہار ۱۹۹۴ء

(۳) اُجالا (ہندی ترجمہ)......ادارۂ افکارحق، بائسی، پورنیہ، بہار ۱۹۹۴ء

(۴) آئینہ امام احمد رضا (ایک دستاویزی تالیف)......ادارہ افکارحق، بائسی پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۵) امام احمد رضا کی مکتوب نگاری (مقالہ پی۔ایچ۔ڈی)

(۶) کلیات مکاتیبِ رضا (تین جلدیں)

(۷) خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا (دو جلدیں)

(۸) حیات رضا کی نئی جہتیں

(۹) مسئلہ اذان ثانی ایک تحقیقی مطالعہ

(۱۰) تین تاریخی بحثیں

(۱۱) ندوۃ العلماء ایک تجزیاتی مطالعہ

(۱۲) تقریظات امام احمد رضا

(۱۳) اسفار امام احمد رضا

(۱۴) امام احمد رضا کے چند غیر معروف خلفاء

(۱۵) امام احمد رضا آداب والقاب کے آئینے میں

(۱۶) حکایات امام احمد رضا

(۱۷) مواعظِ اما احمد رضا

(۱۸) چشم و چراغ خاندان برکات

(۱۹) سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی

(۲۰) مولانا عبدالقادر بدایونی، حیات ومکتوبات

(۲۱) قاضی عبدالوحید فردوسی، حیات ومکتوبات

(۲۲) شخصیات ومکتوبات (دوجلدیں)

نوٹ: ۵نمبر سے ۲۲نمبر تک کی کتابیں امام احمد رضا کی حیات کے مختلف گوشوں کو سمجھنے کے لئے کلیدی حیثیت رکھتی ہیں جو ابھی منتظر طباعت ہیں۔

یہ ایک اجمال ہے۔ حضرت مفتی ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کے جہان حیات کا' اجمال پوری بات آشکارنہیں کرتا۔ تفصیل دفتر چاہتی ہے۔ چند سطور بہ ایں طور معروض کہ اطناب بھی نہ ہو۔ بات مخفی بھی نہ رہے۔

ہری ہری کھیتیاں اور بھری بھری ندیاں ہیں، ان کی بستی ''ہری پور'' کے آس پاس۔ قاضی خاندان اس بستی کا معزز قبیلہ ہے۔ اسی معزز خاندان میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ان کا گھرانا دیندار اور خوشحال ہے۔ ان کے والدین، دین پسند، علم دوست، علماء کے متوالے، مہماں نواز، اخلاق وعمل، صبر وایثار کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ حضرت شمس اس دور کی پیداوار ہیں۔ مگر ایمان ویقین، علم وحلم، خلق ومروت، صبر وقناعت اور کم گوئی اسلاف جیسی پائی ہے۔ جسے وہ اپنے ماں باپ کی تربیت کا اثر قرار دیتے ہیں۔

ماں کی گود اولین مکتب ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم اسی مکتب سے شروع ہوئی۔ جو 'جامعہ اشرفیہ' مبارکپور اور 'بہار یونیورسٹی' مظفر پور میں جاکر پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس دوران وہ مختلف امتحانات دیتے رہے۔ امتیازی کامیابیاں ملتی رہیں۔ جس محنت ولگن، تلاش وجستجو سے دین ودانش میں انہوں نے کمال حاصل کیا اسے انہوں نے ایک داستان کی صورت میں لکھا ہے۔ جو دلچسپ ہے اور دردناک بھی۔ چشم کشا ہے اور آئندہ نسل کے لئے بہترین رہنما بھی۔

ممبئی کے دامن میں قائم 'دارالعلوم اصلاح المسلمین' کلیان سے انہوں نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ دارالعلوم مذکور کے صدر المدرسین حضرت مفتی عصمت

بو بیرے مصباحی نے پہلے ہی سال انہیں اولیٰ سے دورۂ حدیث تک کی کتابیں پڑھانے کے لئے دے دیں۔ اس کڑی منزل میں وہ بخیر وخوبی کامیاب اترے۔ طلباء واساتذہ ان کے طریقۂ تعلیم، اصول تربیت سے مانوس ومتاثر ہوئے۔ طلباء میں انہوں نے تعلیم و تعلّم کا ذوق بیدار کیا۔ مشقی بزموں میں ایک نئی طرح ڈالی ''انجمن فیضان غوث الوریٰ'' انہیں کی قائم کردہ ہے۔ جو بعد میں طلباء کے لئے کام کی سیڑھی ثابت ہوئی۔ 'جامعہ حنفیہ سنیہ رضویہ' کلیان اسی انجمن کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ جو واقعی قابل فخر ہے۔ وہ یہاں محض تین سال رہے۔ دو درجن سے زیادہ طلباء فارغ ہوئے جن کو وہ اپنی تدریسی زندگی کی اولین فصل بہار مانتے ہیں۔ ان کے تلامذہ بھی ان سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

کالی کٹ، کیرلا میں مرکز الثقافہ السنیہ عالمی شہرت یافتہ جامعہ ہے۔ جب انہیں مرکز الثقافہ سے پیش کش ہوئی، تو وہ وہاں تشریف لے گئے۔ تعلیم و تدریس کے فرائض باحسن وجوہ انجام دیئے۔ فضیلۃ الشیخ ابوبکر احمد ملباری نے بھی ان سے وہی خدمت لی، کلیان میں جو خدمت حضرت مفتی عصمت بو بیرے لے رہے تھے۔ وہاں شعبہ حنفی کے صدر رہے۔ اردو اور اردو دان کے معاملے میں وہ شیخ ابوبکر احمد کے معتمد خاص رہے۔ صدہا طلباء سیراب ہوئے۔ فارغین کی تعداد سیکڑوں سے بھی زائد ہوگی۔ 'رضا فاؤنڈیشن' کالیکٹ کے امین و رئیس منتخب ہوئے۔ ماہنامہ 'الثقافہ' اردو کے وہ مدیر مسؤل نامزد ہوئے۔

شمال جنوب میں جو اجنبیانہ دیوار تھی، اسے راستے سے ہٹایا۔ شمال ہند کے اکابر جنوب تشریف لے گئے۔ جنوب کے معروف علماء شمالی ہند پہنچے۔ یوں بچھڑے ہوئے دوسنی خاندان باہم بغلگیر ہوئے۔ جنوب میں امام احمد رضا کا تعارف ملیالم اور کرنڈ زبان میں مضامین وکتب کا چھپوانا، ان کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ بقول ڈاکٹر

شمس مصباحی: یہ دیوار ہماری قائم کردہ تھی۔ ورنہ امام احمد رضا کے زمانے میں پورا جنوب امام احمد رضا کا ہم فکر، ہم عقیدہ تھا۔ یہ تفصیل ان کی کتاب 'امام احمد رضا اور علماء مدارس' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

وہ فرماتے تھے: پی ایچ ڈی کی ڈگری کا حصول ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اصل مقصد امام احمد رضا پر تحقیقی کام کرنا ہے۔ اس کے لئے وہ مصروفیتوں کے ہجوم میں بھی وقت نکال لیتے۔ پورے ہندوستان میں چپہ چپہ سفر کرتے۔ ہفتوں ہفتہ قیام کرتے۔ پاکستان تک سفر کیا۔ مواد و کتب اور مخطوطات و نوادرات کے حصول میں دن رات اور دریا وصحرا ایک کر دیئے۔ بالآخر مواد کا انبار لگ گیا۔ اب مقالہ تحقیق کم، دوسرے موضوعات ان کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ جب فرصت ملتی، دن رات کام کرتے۔ ہم لوگوں سے کرواتے۔ مواد و مخطوطات کی کمی نہیں تھی۔ فائلیں بنتی گئیں۔ اشاریئے تیار ہوتے گئے۔ عنوانات بعد میں قائم ہوئے۔ کالی کٹ میں انہیں وقت کم ملتا تھا، تو وہ اپنا مقصد دور سمجھ کر بمبئی چلے آئے۔

یہاں انہوں نے کرایہ کا مکان لیا۔ ذاتی طور پر سارے مصارف برداشت کئے۔ گائڈ پروفیسر فاروق احمد صاحب نے جب تقاضہ کیا۔ کہ تھیس submit کیجئے Duration ختم ہو رہا ہے۔ تو انہوں دو مہینے سے کم مدت میں مقالہ تیار کیا اور یونیورسٹی میں جمع کر دیا۔ تاہم ان کی رفتار قلم رکی نہیں۔ تا حال جاری ہے۔ فہرست کتب و تصانیف گواہ ہے۔

جب وہ ممبئی تشریف لائے۔ تو ان کے پاس دار العلوم کے ذمہ داران تشریف لائے۔ مسجد کے متولیان آئے۔ سب کو انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ: مجھے ابھی ایک ڈیڑھ سال تک ملازمت نہیں کرنی ہے'۔ اسی بیچ 'اہل سنت فیڈریشن آف آسٹریلیا' سے آفر آیا، تنخواہ ۳۵ رہزار بتائی گئی۔ پانچ ماہ تک اصرار ہوتا رہا، احباب

نے بھی جانے کا مشورہ دیا۔ مگر وہ آسٹریلیا نہیں گئے۔ وہاں کے کاغذات ودرخواست آج بھی موجود ہے۔ اپنے علمی کاموں میں عشق وجنوں کی حد تک ڈوبے رہے۔ حالانکہ ان دنوں وہ حد درجہ تنگ دستی کا شکار تھے۔ چاول ہوتا، تو دال نہیں، دال ہوتی، تو تیل نہیں۔ اس عالم میں بھی دیکھا، اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے، نہ ہی کسی سے کہیں دست سوال دراز کیا۔ حتیٰ کہ اپنے ماں جائی بھائی پر بھی یہ احوال کھلنے نہیں دیئے۔ ان کی یہ پوری کہانی میری آنکھوں دیکھی ہے۔ عزم محکم، عمل پیہم اور صبر واستغنا کی یہ ایک نادر مثال ہے۔ اس پورے سفر میں اپنے والدین کی خدمت تو وہ کیا کرتے، اپنے اہل وعیال سے بھی قدرے بے اعتنائی برتتے دیکھی گئی۔ مگر یہ سب کچھ دین ومسلک کی خاطر۔

شیخ ابوبکر ملباری کے اصرار کے باوجود پھر وہ دوبارہ کالی کٹ نہیں گئے۔ اب مضافات ممبئی میں ایک ہائی اسکول میں وہ عارضی طور پر وابستہ ہیں۔ چھوٹی سی تنخواہ پاتے ہیں۔ جسے وہ گزارے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ شعور بیدار ہے، ضمیر زندہ ہے۔ غیرت وخودداری ان کی رگ وپے میں سرایت کی ہوئی ہے۔ دولت وثروت، مادی ترقی، جبہ ودستار، یا کسی کی اونچی کلاہ سے وہ قطعاً مرعوب نہیں ہوتے۔ اوقات منضبط ہیں۔ زندگی اصول پسند گزارتے ہیں۔ صوم وصلوٰۃ قضا نہیں ہونے دیتے۔ فیشن زدہ مالدار اور دنیادار مولویوں سے وہ ملنا پسند نہیں کرتے سیٹھوں کی صحبت ودعوت قبول نہیں کرتے۔ توڑ جوڑ، خوشامد وچاپلوسی کی گندی سیاست سے وہ کوسوں دور ہیں۔ موٹا جھوٹا پہنتے ہیں۔ روکھا پیکھا کھاتے ہیں۔ احباب واعزا سے صرف کام کی بات کرتے ہیں۔ تکلف وتصنع پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔ جو کرتے ہیں۔ وہی بولتے ہیں۔ جو بولتے ہیں اسے کرگزرتے ہیں۔ اسی کی تلقین وتعلیم دوسروں کو دیتے ہیں۔ وضع قطع، رکھ رکھاؤ، لباس وخوراک میں جو سادگی وبے تکلفی ہے اور طبیعت میں جو

خموشی وکم آمیزی ہے وہ ان کی شخصیت کی گہرائی کا پتہ دیتی ہے۔

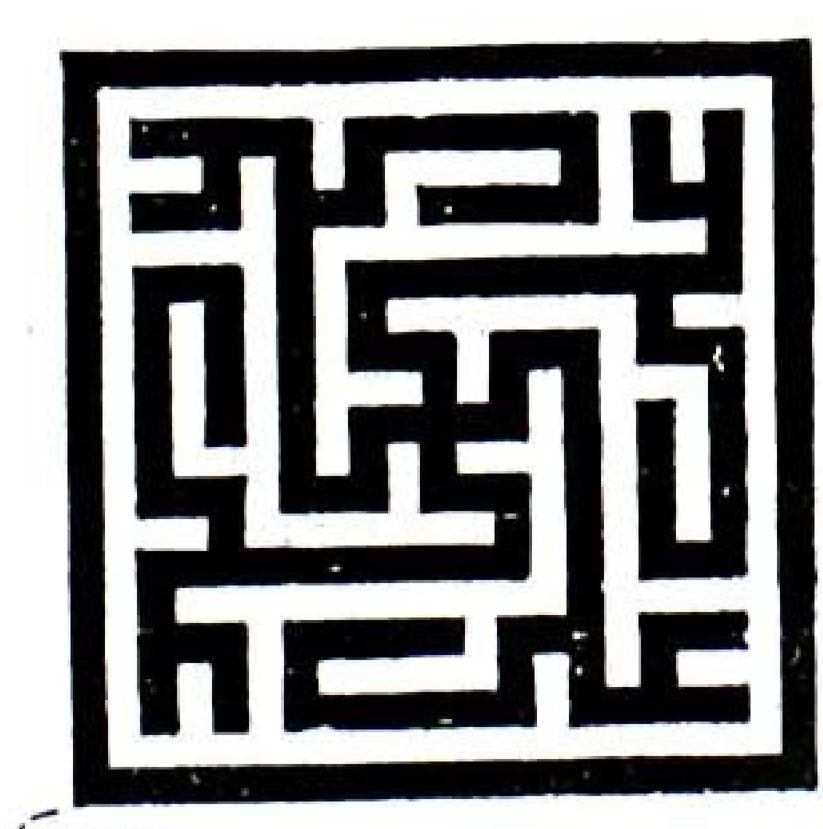
دین کا درد، ملت کی تڑپ اور فکر رضا کے گاڑے گارے سے ان کا خمیر تیار ہوا ہے۔ملت کی زبوں حالی، جماعت کے انتشار پر وہ آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: چھوٹے بڑوں کے احترام سے آزاد ہوگئے ہیں۔ بڑے چھوٹوں پر شفقت کرنا بھول گئے ہیں۔اتحاد نام کو نہیں۔امام ومؤذن چار انگلیوں کے فاصلے پر ہوتے ہیں مگر ان میں اتفاق نہیں۔ سچے جذبات کا فقدان ہے۔عوام علماء سے بیزار ہیں۔علماء ملت کے حقیقی مسائل سے بے خبر ہیں۔ پیروں نے ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی الگ الگ مسجدیں بنالی ہیں۔ممبئی سے بنگال تک ہمارا کوئی قائد نہیں، جس کی آواز پر سب نہیں، تو اکثریت لبیک کہہ سکے۔قومی مسائل بے شمار ہیں۔ جماعتی کام بہت ہے۔مخلص کارکنان نظر نہیں آتے۔ ایسے ماحول میں خموشی سے اپنے حصے کا کام کرتے رہنا چاہئے۔ باقی خدا کے حوالے، بس۔ یہ باتیں ان کی تحریروں سے عیاں ہیں۔ان کی صحبت میں بیٹھنے والے بخوبی جانتے ہیں۔

ادارۂ افکار حق، بائسی، پورنیا، اس کی مطبوعات، ملک و بیرون ملک بلا قیمت تقسیم، جامع مسجد کسارا ضلع تھانا میں مدرسہ غوثیہ رضویہ کا قیام، کریم گنج، گیا، بہار میں جامعہ شمس العلوم کی نشاۃ ثانیہ، وہیں ایڈووکیٹ محمد سرتاج حسین رضوی کی حویلی میں رضا دارالمطالعہ کا قیام میرا رروڈ، ممبئی میں مرکز النور ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ کا قیام ان کی کتاب زندگی کے تابناک اوراق ہیں۔

ان کی جو بھی کتابیں چھپی ہیں، قدر و استحسان کی نظر سے دیکھی گئی ہیں۔ پاک و ہند کے مؤقر جرائد میں ان کے مقالے شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور قارئین کو متاثر کرتے رہے ہیں۔ان کی تحریر و اسلوب کے قدردانوں میں چند نام بطور خاص لئے جاسکتے ہیں۔حضرت ڈاکٹر سید امین میاں، حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، حضرت

مفتی مطیع الرحمٰن رضوی، حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری، حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (جن سے ان کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت وخلافت بھی حاصل ہے) حضرت مفتی حسن منظر قدیری، حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی چریا کوٹی، علامہ قمرالحسن بستوی حال مقیم امریکہ، علامہ وارث جمال قادری ممبئی، علامہ اقبال احمد فاروقی لاہور، سید وجاہت رسول قادری کراچی، پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ، سید شاہ طلحہ رضوی برق داناپوری، ڈاکٹر شرر مصباحی اعظمی، ڈاکٹر محمد صابر سنبھلی مراد آباد، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلی شریف، ڈاکٹر اقبال اختر القادری اوران کے گائڈ ڈاکٹر پروفیسر فاروق احمد صدیقی صدر شعبہ اردو بہار یونیورسٹی مظفر پور۔

......☆......☆......



علی چار دفعہ مربع



IDARA-I-MAS'UDIA, KARACHI
ادارۂ مسعودیہ ۔ کراچی
جانِ جاناں
جشنِ بہاراں
معارفِ اسمِ محمد ﷺ
RESPECT & REVRENCE
3
Idara-e-Mas'udia, Karachi
ربیع الانتساب
محمد مسعود احمد
دینِ فطرت
In the Name of Allah, Most Gracious, Most Merciful
THE SUPREME FESTIVAL
(Eidon - Ki - Ed)
1
Idara-e-Mas'udia, Karachi
جانِ جاں
صلی اللہ علیہ وسلم
قصیدۂ معراجیہ
عروس الاعیاد
محمد مسعود احمد
شاہ محمد غوث
معارفِ صاحبکم
SPIRITUAL SIGNIFICANCE OF AFFINITY
4
Idara-e-Mas'udia, Karachi
کیا ہم اہل سنت کریں؟
علامة المحبة
محمد مسعود أحمد
THE SOUL OF ISLAM
15
IDARA-I-MAS'UDIA
IDARA-I-MAS'UDIA, KARACHI
SINCE 1992
Islamic Republic of Pakistan
IDARA-I-MAS'UDIA
Lahore Branch
Islamic Republic of Pakistan
Design & Processed By: AL-HADI GRAPHICS Phone:2627022-Cell:0300-2728316